مارچ ۱۹۸۷ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

امان ۱۳۶۶ ہش

مارچ ۱۹۸۷ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

مدیرانِ اعزازی

- ملک صلاح الدین صاحب بھارت
- مبارک احمد صاحب ساقی لندن
- کمال یوسف صاحب سیکنڈے نیویا

ناشر:- چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر:- قاضی منیر احمد

مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

کتابت:- حمید الدین

فہرست

جلد نمبر ۲۸

شمارہ نمبر ۳

شرح چندہ

پاکستان		بیس روپے سالانہ
امریکہ، کینیڈا	بذریعہ ہوائی ڈاک	پندرہ ڈالر ″
جزائر فجی	″ بحری ″	آٹھ ″ ″
دیگر ممالک	″ ہوائی ″	چھ پونڈ ″
	″ بحری ″	تین ″ ″

قیمت فی پرچہ:- دو روپے

اداریہ

ہے یہ تقدیرِ خداوند کی تقدیروں سے

۲۳ر مارچ! یومِ تاسیس احمدیت! جس میں عظمتِ رفتہ کو واپس لانے کا عہد بھی تھا اور نشأۃِ ثانیہ کے قیام کے لئے پختہ عزم بھی ـــــ جس میں انقلاباتِ نو کی اساس بھی تھی اور ازلی نوشتوں کی تکمیل کی آس بھی! ـــــ جس میں دینِ حق کے لئے از سرِ نو تڑپ اور لگن بھی تھی اور شریعتِ حقہ کی ترویج کے لئے امید کی کرن بھی! ـــــ جس میں قحط زدہ انسانیت کے لئے ابرِ بہار بھی تھا اور "ہر طرف کفر است جوشاں" میں عافیت کا حِصار بھی!

یہی وہ مبارک ساعت تھی جس میں کشتیٔ اُمّت کو ناخدا ملا اور بقولِ حالیؔ ع

بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

کشتیٔ اُمّت کی شکست و ریخت کے باوجود اس کی اصلاح کے سامان کئے، مختلف ادیان کے طوفانی گرداب کی شکار اِس ناؤ کو ساحلِ مراد سے ہمکنار کرنے کا بیڑا اُٹھایا، تُند و تیز صلیبی سیلاب جس میں عبداللہ صاحب، سراج الدین صاحب اور عماد الدین صاحب جیسے عمائدینِ اسلام بہتے جا رہے تھے کے آگے بند باندھا کہ اشد ترین مخالف بھی آپ کو "فتح نصیب جرنیل" کے نام سے پکارنے لگے اور برملا اعتراف کرنے لگے کہ ان کی مدافعت سے "ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحقِ کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھؤاں ہو کر اُڑنے لگا" نیز یہ کہ "تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہو گئے...... اور اس نے ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی"۔

واقعی وہ جری اللہ تھے جنہوں نے ادیانِ باطلہ کے علمبرداروں کو نہ صرف للکارا بلکہ دلائل و براہین کی جنگ میں انہیں شکستِ فاش دی۔ واقعی وہ بطلِ جلیل تھے جنہوں نے شریعتِ حقّہ کی نہ صرف مدافعت کی بلکہ اس کی ترویج کے لئے خون پسینہ ایک کر دیا۔ واقعی وہ بے بدل سپوت تھے جنہوں نے دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف ذلّت کی حالت میں سہارا دیا بلکہ اُسے عظمتِ رفتہ سے ہمکنار کیا۔ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی نصرتِ الٰہی سے تائید یافتہ کاوشیں نیز خدا تعالیٰ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ

علیہ وسلم کی محبت سے معطر عرق ریزی و ریاضتِ شاقہ احیائے دینِ حق پر منتج ہوئی۔ ع

"یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود"

میں ایمانی تازگی کی رَو چلائی۔ "رہا دین باقی نہ اِسلام باقی" کے مُردہ جسم میں حیاتِ نَو کی رُوح پھُونکی۔ یہاں تک کہ زمانہ گواہ ہے کہ جہاں بھی حق و باطل کا معرکہ ہؤا احمدیہ علمِ کلام نے دینِ حق کے لئے شانِ امتیاز پیدا کی۔ معاندینِ اسلام کے مقابل پر دوسرے مسلمانوں کی بجائے اسی فتح نصیب جرنیل کے خدام نے شاہِ لولاک کی عظمت اور شریعتِ غرّا کی شوکت کی لاج رکھی اور اس پر کئی وہ شانے گواہ ہیں جنہوں نے ان خدام کو اٹھا کر فتح کے شادیانے بجائے تھے۔

جب یہ حصار یہ دیوار اور یہ بند اس قدر استوار ہؤا کہ صلیبی حملے پسپا ہوئے، شدھی کے ریلے ماند پڑ گئے، آریہ سماج کے تھپیڑے دَم سادھ گئے صلیب ٹوٹ گئی اور دجّال جکڑا گیا تو مسلمانوں کی جان میں جان آئی اور اسلام کے حق میں ایک زبردست تحریک اُٹھی جو متجسّم ہو کر پاکستان کا رُوپ دھار گئی۔

۲۳ مارچ! یومِ آزادیٔ مملکتِ اسلامیہ جمہوریہ پاکستان! دونوں تاریخوں میں مطابقت اِس امر کی غمّاز ہے کہ دونوں واقعات کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ یہ انہیں آنسوؤں کی تعبیر ہے جو ہمارے پیارے آقا نے "دینِ حق بیمار و بیکس" کے لئے بہائے تھے۔ یہ انہیں دعاؤں کا تجسّم ہے جو مسلمانوں کی حالتِ زار دیکھ کر عرشِ الٰہی کو ہلا رہی تھیں لیکن کور چشمی نے اس پس منظر کو بالکل عنقا کر دیا اور اس موہوم خیالی نے دامن پھیلانا شروع کیا کہ گویا یہ سب کچھ آج کی پسماندہ ذہنیّت کی اختراع ہے۔ چنانچہ اس خوش فہمی نے مرض کا لبادہ اوڑھ لیا اور احیائے دین کو ایک کارِ سہل گردان کر ہر ایک طبقہ نے دینِ اسلام کو تختۂ مشق بنایا۔ کانفرنسوں کا انعقاد، جُبّہ پوشوں کا اجتماع، طاقت و ذرائع کا استعمال غرضیکہ ہر حربہ آزمایا گیا لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات بلکہ اس سے بھی اَبتر! وجوہات واضح ہیں اسلام خدا تعالیٰ کا پسندیدہ مذہب ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی اور شریعتِ قرآنیہ کی حفاظت کا خود ذمّہ لیا ہے اور وہ اپنی تائید یافتہ ایسی ہستیوں کو مبعوث کرتا ہے جو اس کے دین کی حفاظت کے لئے نہ صرف خود کمربستہ ہوتے ہیں بلکہ شیدائیوں کی ایک جماعت پیدا کر جاتے ہیں تاکہ مشن کی تکمیل میں دوام کا رنگ ہو۔ اور چونکہ یہ تحریک خدا تعالیٰ کی طرف سے جنم لیتی ہے اِس لئے باوجود شدائد، تکالیف اور حوادث کی آندھیوں کے پروان چڑھتی ہے۔ دشمن بھی طرح طرح سے اس کے استیصال کی سعی کرتا ہے اور بدل بدل کر حربے آزماتا ہے لیکن خدا تعالیٰ ان کے ہر حربے کو خائب و خاسر کر دیتا ہے۔ روحانی انقلاب کے لئے ابتدائے آفرینش سے صرف اور صرف یہی دستورِ قدرت ہے کیونکہ اس کا تعلق قلوب کی فتح سے ہے کانفرنسوں

اتحادِ علماء، سول و عسکری طاقت سے روحانی نظام کا قیام کبھی نہ ہؤا ہے نہ ہو گا بلکہ اس کے برعکس بد اعتقادی، تشتّت، اِفتراق اور انشقاق کو ہوا ملتی ہے۔ چنانچہ جناب ابن الحسن صاحب روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۰ر جنوری ۱۹۸۷ء صٓ کالم ۱ میں زیرِ عنوان "وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد" تحریر کرتے ہیں:-

"ہزار، بارہ سَو سال کے نشیب و فراز اور ایجادات بندہ کے نتیجہ میں دین کے ساتھ جو کچھ ہؤا ہے اور شعائرِ دین کے جو عجیب و غریب طریقے اور تصورات اس طرح رائج ہو چکے ہیں کہ گویا یہ کسی عجلت میں الکملت لکم دینکم کے وقت شاملِ دین ہونے سے رہ گئے تھے بروقت ان کا نزول نہ ہو سکا اس وجہ سے بعد از وقت مختلف ادوار میں اپنی اپنی پسند اور ذوق کے مطابق انہیں اختیار کر لیا گیا ان کی حیثیت قرآنی احکامات سے بھی زیادہ ہے اور جہاں کہیں بھی قرآنی احکام سے ان میں سے کوئی بھی عجیب و غریب طریقہ یا تصور متصادم ہوتا ہے تو قرآنی حکم کو ہی پسپا ہونا پڑتا ہے۔ گویا ان طریقوں اور تصوّرات کی خاطر ہر وہ قرآنی حکم جو ان کی راہ میں حائل ہوا ز خود نعوذ باللہ منسوخ یا کالعدم ہو جاتا ہے........ توہمات و رسومات، جھاڑ پھونک ٹونوں ٹوٹکوں کی حیثیت فرائض اور واجبات کی ہوتی جا رہی ہے۔ ظواہر پر بہت زور ہے۔ آواز اور لحن، وجد و کیفیّت، تقریبوں تہواروں پر بڑی توجہ ہے اور اس پر اعتراض اِس لئے نہیں کیا جا سکتا کہ معترض کی نیّت پر شُبہ کیا جاتا ہے۔ ہر بدعت اور رسم کے پیچھے ایک بہت بڑا کاروبار ہے۔ بڑے مفادات ہیں جو عوام کے جہل اور بدعقیدگی، معاشرتی پسماندگی، سماجی مجبوری اور ذہنی غلامی میں مبتلا مسلمان اقوام بالخصوص اِس برِّصغیر کے باشندوں کی حالتِ زار سے فائدہ اُٹھا کر نہایت گہری بنیادوں اور مضبوط ستونوں پر تیار کئے گئے ہیں۔ اگر کچھ کہئے تو ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ جائیں گے۔ "گستاخئ فرشتہ ہماری جناب میں؟" ایسی خبر لیں گے کہ ہوش درست ہو جائیں۔

...... اصل اختلاف ان طریقوں ان عقائد ان ایمان نما مسالک پر ہے جو قرآن سے باہر نکل کر اور نبئ آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی اور حیاتِ طیّبہ سے ہٹ کر اختیار کر لئے گئے ہیں اور جنہوں نے اس دین کا ایسا حلیہ بگاڑا ہے کہ اب اسے سنوارنا "اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں"....

ہر قسم کے سازگار ماحول میں طاقت اور ذرائع کے میسر ہونے کے باوجود ناکامی کا اعتراف اِس بات کا کافی ثبوت ہے کہ خدا تعالیٰ کی تقدیر کام کر رہی ہے اِس لئے اس کی تقدیر ہی غالب آئے گی یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک طرف خدائے قدیر کا ہاتھ کارفرما ہو اور اس کے مقابل پر کوئی اور طاقت یا نظام اس منزل کو پالے ــــ طاقت کی ناکامی کے بارہ میں جناب م.ش رقمطراز ہیں:۔

"صدر جنرل محمد ضیاء الحق ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۵ء تک پاکستان کے سیاہ و سفید کے مختارِ مطلق تھے انہیں اس دَور میں بطور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقننہ، عدلیہ اور ایگزیکٹو کے لامحدود اختیارات حاصل تھے۔ انہیں پاکستان کے ذرائع نشر و اشاعت پر خواہ ان کا تعلق حکومت سے تھا یا پبلک سے غیر مشروط کنٹرول حاصل تھا۔ انہیں تاریخی لحاظ سے یہ معلوم تھا کہ نظامِ مصطفیٰ کی ترویج کے بے پناہ جذبے سے متحرک عوام نے بھٹو ازم کا جنازہ نکال دیا تھا اِس لئے اِس امر کے متعلق کسی کے دل میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ تھی کہ پاکستان کے عوام کیا چاہتے ہیں؟ اس وقت جناب محمد ضیاء الحق عمر کے لحاظ سے جسمانی اور ذہنی توانائیوں کے نقطۂ عروج پر تھے۔ بقول شاعر اس وقت اسلام کے مکمل نفاذ کے لئے ؎

موسم اچھا، پانی وافر، مٹی بھی زرخیز

والا معاملہ تھا۔ فوجی اور سول بیوروکریسی ان کے ادنیٰ سے اشارے پر سرگرمِ عمل ہو سکتی تھی۔ علمائے کرام اور مشائخ عظام ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کے ایک ادنیٰ اشارے پر خیبر سے لے کر کیماڑی تک قومی زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے صفِ اوّل کے لوگ اپنے آپ کو ان کی مجلسِ شوریٰ کے قالب میں ڈھال لیتے تھے۔ غرض یہ کہ ملک کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک صدر جنرل محمد ضیاء الحق کا سکہ رواں دواں تھا۔ اپنے اقتدار کے اس سنہری دَور میں وہ کیوں اسلام نافذ نہ کر سکے؟ انہیں آج "خاموش اکثریت" کے ترجمان بن کر یہ کہنے کی کیوں ضرورت پیش آ رہی ہے کہ "ارے بھائیو! پاکستان میں اِسلام کا نفاذ کرو"۔ وہ آج علمائے کرام کو اسلام کے نام پر کس کے خلاف صف آرا ہونے کی اپیلیں فرما رہے ہیں؟ مجھے خطرہ ہے کہ صدرِ مملکت حکمتِ دین سے کماحقّہٗ واقف نہیں ..... انہیں شاید اپنی مصروف زندگی میں اسلام

کے بین الاقوامی کردار پر غور کرنے کی فرصت ہی نہیں ملی۔ تاریخ اسلام تو کجا انہیں شاید تاریخ تحریکِ پاکستان کے بھی پورے کوائف معلوم نہیں ..... صدرِ مملکت جن علمائے کرام کی مجلس میں شریک ہو کر انہیں اسلام نافذ کرنے کے لئے اپیلیں کرتے ہیں وہ علمائے کرام (اِلّا ماشاء اللہ) اسلام کی بجائے اپنے فرقے کے مخصوص مفادات کے علمبردار ہیں۔ صدرِ مملکت کو سب سے پہلے علمائے کرام کو فرقہ واریت ترک کر کے انہیں اسلام کو اپنانے کی ضرورت کی طرف متوجہ کرنا چاہیئے ..... آج بدقسمتی سے پاکستان میں نہ تو کوئی پاکستانی ہے اور نہ کوئی مسلمان۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۴ر جنوری ۱۹۸۷ء صہ "م ش کی ڈائری")

نام نہاد عمائدینِ اسلام کی خود غرضی، مطلب پرستی اور ناکامی کے بارہ میں جمعہ خان بیان کرتے ہیں :۔

"جن مذہبی جماعتوں نے ظاہری طور پر اسلامی نظام کا ٹھپہ لگا رکھا ہے انہوں نے اسلامی نظامِ حکومت کے نفاذ کے لئے ۳۹ سال طویل قومی زندگی میں کسی بھی مرحلہ پر کوئی مخلصانہ کوشش نہیں کی۔ انہوں نے فرقہ بندی کو اہمیت دی۔ عقائد کے اختلاف کی بنیاد پر اپنی مذہبی دکانیں چمکائیں اور اپنے طرزِ عمل سے یہ ثابت کیا ہے کہ ان کے نزدیک اسلام کا تعلق صرف عبادت سے ہے یا تو ان کو اسلام کے سیاسی، اقتصادی اور سماجی پہلوؤں کی قدر و قیمت کا علم نہیں ہے یا انہوں نے سیاسی، اقتصادی اور سماجی زندگی کو اسلامی تعلیم کے مطابق ڈھالنے کے لئے حکمرانوں پر اس لئے کوئی دباؤ نہیں ڈالا کہ وہ حکمرانوں سے ڈرتے تھے یا سرمایہ داروں کی جانب سے ملنے والی تھیلیاں بند ہونے کا اندیشہ تھا.... ہمارے ہاں بعض مذہبی جماعتوں کے نمائندوں کو بھی حکمرانی کا موقع ملا ہے لیکن وہ اپنے محکمہ میں بھی اسلامی اصولوں کے مطابق کام نہ کر سکے نہ ہی اپنے ماتحتوں کو قرآن و سنّت کے مطابق کام کرنے پر آمادہ کر سکے۔ اگر کوئی اپنے گھر یا دفتر میں بھی اسلامی نظام نافذ نہ کر سکے تو وہ پورے ملک میں اسلام کی کیا خاک خدمت کر سکے گا۔"

(روزنامہ امن کراچی ۸ر فروری ۱۹۸۷ء صہ "جمعہ خاں کے قلم سے")

جہاں تک عالمِ اسلام کا تعلق ہے نوائے وقت لاہور اپنے اداریہ مورخہ ۲۴ر جنوری ۱۹۸۷ء کالم ۵ میں لکھتا ہے :۔

"یہ عالمِ اسلام کی بدقسمتی ہے کہ عوام جس قدر اتحاد اور اخوت کے متلاشی ہیں ان کے راہنما اس قدر اتحاد سے دُور بھاگتے ہیں اور حیلے بہانوں سے انتشار اور افتراق کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ عام طور پر یہ خیال کیا جا رہا تھا کہ پندرھویں صدی ہجری عالمِ اسلام کے اتحاد کی صدی ہوگی لیکن اس کا آغاز ایران عراق جنگ سے ہؤا جو آج بھی جاری ہے..... کاش! عالمِ اسلام کے سربراہان کو یہ احساس ہوتا کہ اسلامی دُنیا کن سنگین مسائل سے دوچار ہے"

یہ اقتباسات تو "مُشتے از خروارے" کی حیثیت میں ہدیۂ قارئین کئے گئے حالانکہ یہ آج زمانے کی آواز اور فطرت کا ساز ہے جسے ہر گوشۂ قلب محسوس کر رہا ہے۔ اتحادِ ملی کی ضرورت کا احساس بھی فزوں تر ہے اور باوجود تمناؤں اور کاوشوں کے ناکامیوں کا برملا اعتراف بھی بڑھ رہا ہے جس کے نتیجہ میں ہر طرف مایوسیت اور قنوطیت کا دَور دورہ ہے۔

طاقت و حکومت، ذرائع و وسائل، قوانین و ضوابط، اربابِ بست و کشاد و اہلِ علم و فن اور تقریباً سَو فیصد آبادی کے حامی نفاذِ اسلام ہونے کے ناکامی کا سامنا کیوں ہے؟ اس میں اہلِ بصیرت کے لئے ایک حکمت مخفی ہے کہ روحانی نظام کے قیام کے لئے طاقت اور اکثریت کوئی معنی نہیں رکھتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی اپنی نشان نمائی کے لئے اہلِ جاہ و حشم کے مقابل پر ایک بے بس آدمی کو کھڑا کرتا ہے۔ ایک طرف دولت و سطوت ہوتی ہے اور دوسری طرف فقیری و غربت ـــــ ایک طرف ساز و سامان سے آراستہ ہوتی ہے اور دوسری طرف بے سروسامان ـــــ ایک طرف مادی وسائل کی بھرمار ہوتی ہے اور دوسری طرف روحانی ذرائع اور اخلاقی اقدار ـــــ ایک طرف جاگیرداری کی شوکت ہوتی ہے اور دوسری طرف بے وطنی و ہجرت ـــــ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہی سُنّت دہرائی گئی کہ غریب، بے سروسامان اور بے وطن حکومتوں پر غالب آئے اور خدا تعالیٰ نے یہ معجزہ دکھایا کہ جن کے ساتھ مَیں ہوتا ہوں وہی کامیاب ہوتے ہیں۔ ظاہری ذرائع جس قدر بھی ہوں ان میں برکت نہیں ہوتی۔ برکت میرے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہوں دیتا ہوں اور شرک کی ملونی ختم کرنے کے لئے مَیں ایسے شخص سے تمام علائقِ مادیہ کاٹ دیتا ہوں تا ثبوت ہو کہ صرف میرا ہاتھ کام کر رہا ہے اور میری مرضی مسلّط ہو رہی ہے۔

پھر اہلِ بصیرت کے لئے ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اسلام تو آفاقی اور عالمگیر مذہب ہے اور اس کی طرف بظاہر وابستہ ہونے والوں کی مساعی اپنے ملک اور علاقہ میں ہی بار آور نہیں ہو رہی تو عالمگیریت کا اظہار کجا معنی دارد! لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کا گرانقدر کام کیسے؟ جب مطمحِ نظر ہی محدود ہو اور وہ

بھی ہر پہلو سے ناکامی کا تشکار —— ایسی آرزوئے ناتمام کو سات سلام ——

اِس کے برعکس جہاں خدا تعالیٰ کا ہاتھ کام کر رہا ہے باوجود اس کو بے دست و پا کرنے کے وہاں تو یہ مصرعہ صادق آتا ہے ؏

بہار آئی ہے اِس وقتِ خزاں میں

نیز عالمگیریت کا یہ حال ہے:

—— گذشتہ دو سالوں میں ۲۸ ممالک میں ۲۵۴ نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔ جنوبی افریقہ اور انڈونیشیا میں سینکڑوں بیعتیں ہوئیں۔

—— بیوت الذکر کی تعداد میں بفضلِ خدا ۲۰۰ کا اضافہ ہوا ہے۔ آسٹریلیا میں بھی بیت الذکر کا منصوبہ زیرِ عمل ہے اس کے صرف مینار کا خرچ ۶۰ ہزار ڈالر ہے جو ایک فیجی دوست نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔

—— یورپ میں دس مشنوں کا اضافہ ہوا ہے۔

—— امریکہ میں ۵ بڑے مشن ہاؤس کا منصوبہ عمل میں آچکا ہے۔

—— گھانا (مغربی افریقہ) میں ۲۸ نئے مشن ہاؤس بنے ہیں اور اس کے ایک ریجن میں ۵۴۶ بیعتیں ہوئیں۔

—— عرب قوم میں سے ۹۲ افراد نے بیعت کی۔

—— تراجم قرآن مجید فرنچ، بلجیئن، سپین اور روسی بانوں میں ہو رہے ہیں۔ سو زبانوں کا منصوبہ زیرِ عمل ہے۔ اس سے قبل جرمن، اسپرانٹو، ڈینش، ڈچ، سواحیلی، انڈونیشین اور دیگر کئی زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔

—— ریڈیو اور T.V میں ۷۰ گھنٹے کا پروگرام نشر ہوا۔

یہ تو ایک جھلک ہے اس آنے والے روحانی انقلاب کی جو خدا تعالیٰ نے اِس زمانہ میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے غلاموں کے ہاتھوں مقدّر کر رکھا ہے جو اپنے آقا کی طرح مظلوم و بے بس تو ضرور ہیں لیکن ان کی یادوں کے دیپ جلانے کے لئے اپنے خون کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں اور یہ خدا تعالیٰ نے مقدر کر رکھا ہے کہ ان دیپوں کی روشنی ضرور پھیلے گی اور سارے عالم پر محیط ہو جائے گی ؏

ہے یہ تقدیر خداوند کی تقدیروں سے

دفتر ماہنامہ انصار اللہ سے خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

(مینجر ماہنامہ انصار اللہ ربوہ)

خلاصہ خطبات حضرت امام جماعتِ احمدیہ

اگر بچوں پر ایسے نقش مرتسم کر دیئے جو جنت کے رہنے والوں کے نقوش ہوتے ہیں تو پھر آپ بڑے خوش نصیب ہیں

(خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ دسمبر ۱۹۸۶ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا

کی تلاوت فرمائی اور اس کا بصیرت افروز ترجمہ کرتے ہوئے والدین کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔

حضور نے فرمایا اس دفعہ میرا ارادہ تھا کہ کسی تربیتی مضمون پر خطبہ دوں کہ اسی دوران پشاور کے ایک نہایت ہی مخلص احمدی نے اپنے ایک خط میں ایسے ہی مضمون پر خطبہ دینے کے لئے مجھے متوجہ کیا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ مَیں نے جماعتی نظام پر بہت ہی غور کیا ہے اور جتنا غور کیا ہے اتنا ہی حیرت میں ڈوبتا چلا گیا کہ حضرت مصلح موعود کو اللہ تعالیٰ نے کیسا عظیم الشان اور کامل تربیتی نظام قائم کرنے کی توفیق بخشی ہے لیکن ایک پہلو سے جس کے متعلق میرا ذہن مطمئن نہیں ہو سکا کہ یہ پہلو کیوں تشنہ ہے اور وہ ہے کہ بچے کو پیدائش سے لے کر سات سال کی عمر تک کسی نظام کے سپرد نہ کرنا جبکہ نفسیاتی لحاظ سے سب سے اہم دَور یہ ابتدائی دَور ہے۔

حضور نے فرمایا یہ بات ان کی درست ہے اور مَیں نے بھی جہاں تک مطالعہ کیا ہے سائنسدان اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ چھوٹی عمر میں ہی اگر زبان نہ سکھائی جائے اور لمبا خلاء پیدا ہو جائے تو اس کے بعد بچہ کوئی زبان سیکھ ہی نہیں سکتا۔ ان کو یہ خیال آیا کہ بچوں کو کیوں پھر تنظیم کے سپرد نہیں کیا گیا۔ اس کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے حضور نے بتایا کہ امرِ واقعہ یہ ہے کہ اس عمر میں بچے ماں اور باپ کے سپرد ہیں اور اس پہلو سے قرآن کریم بھی روشنی ڈالتا ہے اور احادیث میں بھی کثرت سے اس کا ذکر ملتا ہے ہاں والدین کو متوجہ کرنے اور بار بار یاد دہانی کروانے کی ضرورت ہے۔

فرمایا: چند لمحات کے بچے کے ایک کان میں اذان اور دوسرے کان میں تکبیر کہنا ایک بہت ہی عظیم الشان اور گہرا حکم ہے اور یہ بتانے کے لئے ہے کہ بچے کی عمر کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں ہے جو تربیت سے خالی رہے اور کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے جس کے متعلق تم جواب دہ نہیں ہوگے۔ عملاً جب ہم اذان دیتے ہیں تو بچہ تو اس اذان کے لئے جواب دہ نہیں ہے اور نہ وہ سمجھ رہا ہے۔ اس میں ماں باپ کو متوجہ کیا جا رہا ہے کہ تم نے پہلے دن سے ہی دینی رنگ میں اس کی تربیت کرنی ہے اگر نہیں کروگے تو تم جواب دہ ہوگے۔ قرآن کریم جب یہ فرماتا ہے کہ قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَارًا تو اس میں جہاں تک اولاد کا تعلق ہے بچانے کا عمل پیدائش کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔

فرمایا: اس عمر کی اہمیت سے تو کوئی انکار نہیں ہے لیکن ان کو کسی تنظیم کے سپرد نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ کو ڈھالنے کی اجازت تو اس طرح دی ہے لیکن جہاں شرعی فرائض یا مناہی آجاتے ہیں وہاں سات سال سے پہلے احکام جاری کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ایسے احکام جاری کرنے کی اجازت نہیں ہے جن میں اس کے ارادے کا دخل ہو۔ یہ وہ فرق ہے جس کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

دوسرے بہت چھوٹی عمر میں بچوں کو ماں باپ کے سوا کسی دوسرے کے زیر اثر لانا یہ خود ایک غیر نفسیاتی حرکت ہے اگر بہت چھوٹی عمر میں بچوں کو ماں باپ سے الگ کر دیا جائے تو یہ اشتراکیت کی طرف نہایت ہی سنگین قدم ہے جبکہ اسلام میں عائلی نظام ہے اور وہ ماں باپ کی ذمہ داریوں کو بڑھاتا ہے۔

فرمایا: کیا سوسائٹی ان بچوں پر والدین سے زیادہ حق رکھتی ہے۔ جن کے عملاً وہ جگر گوشے ہیں اور جن کے وہ سپرد ہیں اور جو پوچھے جائیں گے۔ جن کے متعلق قرآن کریم کا حکم ہے کہ

قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَارًا

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو آگ کے عذاب سے بچاؤ۔

فرمایا: اسلام کا نظام گہرا اور مستحکم نظام ہے جس میں کوئی خلاء نہیں لیکن ذمہ داریاں الگ الگ ہیں اس لئے مَیں ماں باپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہم پر جو ایسے علاقوں میں جہاں آجکل ہم زندگی گذار رہے ہیں جہاں غیر اسلامی قدریں غالب ہیں بڑی اہم ذمہ داری ہے۔ سکول جانے کی عمر سات سال سے پہلے شروع ہو جاتی ہے جو نہایت ہی حساس ہے اور یہ زمانہ خصوصیت کے ساتھ خطرے کی گھنٹی بجاتا ہے۔ بچے جب ننگے بچوں اور لڑکیوں کو دیکھتے ہیں تو ان پر بہت ہی گہرے اثرات مترتب ہوتے ہیں اور بعض دفعہ اس طرح احساسات ان کے نقش و نگار بن رہے ہوتے ہیں کہ بعد میں آپ کھُرچنے کی کوشش کریں تو زندگی کھُرچی جا سکتی ہے مگر وہ نقش و نگار نہیں کھُرچے جا سکتے اس لئے اِس دَور میں ماں باپ کو اس طرف

توجہ کرنی چاہیئے کہ وہ ایسے بد اثرات کے مقابل پر بالارادہ نیک اثرات پیدا کرنے کی کوشش کریں اور اس میں بہت سے ایسے پہلو ہیں جن پر ان کو خود عمل کرنا پڑے گا کیونکہ بچہ سُننے سے زیادہ دیکھنے سے اثر قبول کرتا ہے۔ مثلاً اگر خود نماز پڑھیں گے تو بچے سات سال کی عمر سے پہلے ہی اس کے عادی ہو جائیں گے اور ان میں نماز کی محبت پیدا ہو جائے گی۔ اگر بعض اور عادات دیکھیں گے تو ان کی محبت پیدا ہو جائے گی۔

حضور نے فرمایا چونکہ اکثر ماں باپ اِن باتوں سے نابلد ہیں کہ انہوں نے کیا کرنا ہے اور بچوں کی تربیت ہم براہِ راست کر نہیں سکتے اِس لئے مَیں نے سوچا ہے کہ اس عمر کے بچوں کی تربیت کے لئے ماں باپ کی تربیت کی جائے اور اس کے لئے ہم تنظیموں کے سپرد یہ کام کر سکتے ہیں انصار اپنے ہاتھ میں لیں، خدام اپنے ہاتھ میں لیں اور لجنات اپنے ہاتھ میں لیں اور ایسے پروگرام بنائیں جو جلسے کی شکل میں بھی ہوں اور عملی شکل میں بھی ہوں اور تربیتی رسالوں اور کتب کی شکل میں بھی ہوں اور ان کا مطمح نظر یہ ہو کہ ہم نے ماں باپ کی تربیت کرنی ہے تاکہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کر سکیں اِس لئے تربیت کے لئے نظامِ جماعت کو یہ کام اپنے ہاتھ میں لینا چاہیئے۔

حضور نے فرمایا یہ وہ معاملہ ہے جو آپ سے پوچھا جائے گا۔ اِس عمر کے بچوں پر جو نقش آپ نے مرتسم کر دیئے اگر وہ جہنم میں لے جانے والے نقش ہیں تو بچوں سے ہی نہیں آپ سے بھی پوچھا جائے گا اور اگر ایسے نقش مرتسم کر دئے جو جنت کے رہنے والوں کے نقوش ہوتے ہیں تو پھر آپ بڑے خوش نصیب ہیں کیونکہ آپ کی اولاد در اولاد در اولاد کی نیکیاں بھی آپ کے نام پر ہمیشہ لکھی جائیں گی اور آپ کے درجات کی بلندی کا موجب بنتی رہیں گی۔

اپنے اندر انکسار پیدا کریں اور اپنی دعاؤں کا معیار اونچا کرتے چلے جائیں

(خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ جنوری ۱۹۸۷ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضورِ انور نے قرآنی آیت

ھو الذی ارسل رسولہٗ بالھدٰی و دین الحق لیظھرہٗ علی الدّین کلّہ ولوکرہ المشرکون۔

کی تلاوت فرمائی اور اس کی تفسیر کرتے ہوئے بتایا کہ اِس آیت میں جس غلبہ کی پیشگوئی کی گئی ہے وہ صرف اسلام کا غلبہ نہیں بلکہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا غلبہ ہے جو اسلام کے مظہرِ کامل تھے کیونکہ دین کے ساتھ رسول کا بہت گہرا تعلق ہے اور اس کے بغیر حقیقی دین دُنیا میں نافذ ہی

نہیں ہو سکتا۔

حضور نے فرمایا: جماعت احمدیہ کا یہ دعویٰ ہے کہ اس عظیم الشان غلبہ کے لئے ہم غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چُنا گیا ہے کہ ہم اس غلبہ کو ساری دُنیا میں جاری کر کے دکھائیں گے اور اپنے وجود کا ہر حصہ اس غلبہ کی راہ میں لُٹا دیں گے۔ اِسی ضمن میں حضور نے بتایا کہ غلبۂ اسلام کی تیاری کی جو پہلی صدی ہے اس کے مکمل ہونے میں دو سال رہ گئے ہیں اور ہمارے لئے تیاری کے بہت زیادہ کام پڑے ہوئے ہیں جو براہِ راست اللہ تعالیٰ کے تسلط اور تقدیر کے بغیر نہیں ہو سکتے اِس لئے اِس غلبہ کے دنوں کو قریب سے قریب تر لانے کے لئے انکسار پیدا کریں کیونکہ جب آپ اپنے وجود کو غائب کر دیں گے تو خدا اِس خلاء کو اپنے وجود سے بھر دے گا اور آپ کی ہر کوشش میں خدا شامل ہو جائے گا۔ غلبۂ اسلام کی صدی کی تیاری کے لئے جماعتِ احمدیہ کو پیغام دیتے ہوئے فرمایا:

میرا پہلا پیغام یہ ہے کہ اپنے اندر انکسار پیدا کریں اور اپنی دعاؤں کا معیار اونچا کرتے چلے جائیں۔ ہر پہلو سے کامل عرفان کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ بات عرض کرتے رہیں کہ ہم حقیقت میں کچھ بھی نہیں اور سب کچھ تُو نے دینا ہو گا۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی دعا کو لازمہ بنالیں اور اس کے ساتھ ساتھ استغفار بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔ اِسی ضمن میں حضور نے غلبۂ دین کی اس تیاری کے لئے صد سالہ جوبلی کے وعدوں کی ادائیگی کی طرف خصوصی توجہ دلائی اور فرمایا کہ یہ وعدے صد سالہ جوبلی سے پہلے پہلے کُلیّۃً ادا ہو جانے چاہئیں اور اس کے لئے اِس سال کے آخر کو مطمح نظر بنایا جائے۔

حضور نے صد سالہ جوبلی کے وعدوں کی ادائیگی کا موازنہ کرتے ہوئے مختلف جماعتوں کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ جماعتِ احمدیہ برطانیہ بیرونی جماعتوں میں تناسب کے لحاظ سے آگے ہے جو ایک تاریخی سعادت ہے اور اس میں سب سے زیادہ حصہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ادا بھی ہو چکا ہے۔ حضرت چوہدری صاحب کے وعدہ کی ادائیگی کا تفصیلی ذکر فرمایا کہ ان کو اس وعدہ کی ادائیگی کی کس قدر فکر تھی اور کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس کی ادائیگی کے سامان پیدا فرما دیئے اور پھر حضور نے فرمایا کہ اِن باتوں میں خدا کی طرف سے بڑے نشانات ہیں اور جماعت کے لئے حوصلہ افزائی ہے کہ خدا کس طرح اپنی جماعت کے ایک ایک بندے کے دل پر نظر رکھتا ہے اور خوشخبری بھی ہے کہ اگر آپ اپنے خلوص کے معیار کو بڑھائیں تو خدا تعالیٰ ادائیگی کے سامان بھی پیدا فرما دے گا۔ اِس لئے اگر

پہلے یہ معیار نہیں تھا تو اب یہ معیار لے کر دوبارہ نئے ارادوں کے ساتھ اپنے خدا کے حضور اپنے وعدوں کی تجدید کریں کہ اے خدا! ہم سے جو سابقہ غفلت ہوئی ہے ہمیں اس کی معافی عطا فرما اور آئندہ ہمیں توفیق بخش کہ تیری رضا کے مطابق اس وعدے کو اِس سال کے اندر اندر پورا کر دیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو وعدے پورے کرنے کی توفیق بخشے گا۔

اِسی طرح حضور نے بتایا کہ ساری دُنیا کی جماعتوں میں سب سے آگے بڑھنے والی جماعت جماعتِ احمدیہ غانا ہے۔ جو ملک اقتصادی لحاظ سے پیچھے تھا وہ مالی قربانی کے لحاظ سے دُنیا کی جماعتوں میں سب سے آگے بڑھ گیا ہے۔ اِس میں بھی ہمارے لئے تقویت کا پیغام ہے۔

اِس کے علاوہ حضور نے نئے برسرِ روزگار آنے والوں کو جن کو پہلے اِس تحریک میں حصّہ لینے کی توفیق نہیں ملی انہیں بھی اور نئے احمدی ہونے والوں کو بھی غلبۂ دین کی تیاری کے لئے اِس مالی قربانی میں حصّہ لینے کی تحریک فرمائی اور فرمایا کہ کئی ایسے ممالک ہیں جہاں اِس تحریک کے بعد جماعت قائم ہوئی ہے۔ اِس لئے کوشش یہ کرنی چاہیئے کہ اِس سو سالہ جشن تک ہمارے وعدہ دہندسو ممالک ہو جائیں۔ شعبۂ مال جائزہ لے کہ کن کن ممالک میں جماعت ہے اور پھر اُن سے وعدہ لے کر اُن کو بھی اِس مالی قربانی میں شامل کرے۔

آخر میں حضور نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے وعدے پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اپنا سب کچھ خدا کے حضور پیش کر دیں اور زندگی کے ہر پہلو کو خدا تعالیٰ کے پیار کا مرکز بنالیں

(خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰ جنوری ۱۹۸۷ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورہ یونس کی درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:۔

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ
اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ
مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ
اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۭ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

کی تلاوت فرمائی۔ ان کی پُرمعارف تفسیر کرتے ہوئے بتایا کہ پہلی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخاطب ہیں اور پھر آپؐ کے غلاموں، آپ کے تابع کام کرنے والوں کو بھی اس میں شامل کر لیا گیا ہے۔

فرمایا: شان سے مراد جلوہ نمائی اور عمل دونوں ہیں اور اس میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ہر لمحہ اور سیرت کا ہر پہلو ایک حسین جلوہ نمائی کر رہا ہے اور دوسرے یہ بھی کہ آپؐ کی زندگی کا ہر لمحہ اور ذرہ ذرہ مصروف ہے۔ آپؐ ہر وقت کام میں منہمک رہتے ہیں اور مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارا ہر کام خواہ وہ چھوٹے سے چھوٹا بھی کیوں نہ ہو وہ ہماری نظروں کے سامنے ہے اور ہم ہر پہلو سے باریک پر بھی اور بڑی سے بڑی چیز پر بھی نظر کئے ہوئے ہیں۔

فرمایا: اس آیت میں خاص معنے یہ ہیں کہ مومنوں کو بعض بڑے بڑے کاموں کی توفیق ملتی ہے اور وہ دُنیا کے سامنے آجاتے ہیں لیکن بہت سے چھوٹے چھوٹے کام ہیں جو خدا کے مومن بندے اپنی توفیق کے مطابق کرتے چلے جاتے ہیں اور چونکہ وہ چھوٹے ہوتے ہیں اس لئے دُنیا کی ان پر نظر نہیں پڑتی۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کو یہ خوشخبری دے رہا ہے کہ تمہاری چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی میری نظر کے سامنے ہے تم میری آنکھوں کے سامنے رہتے ہو اور تمہارے دل میں اللہ کے لئے جو بہت ہی باریک تر خیال بھی آتا ہے وہ میری نظر کے سامنے ہے۔

فرمایا: اِن آیات کا انتخاب مَیں نے اِس لئے کیا ہے کہ جن نیک کاموں کی طرف مَیں خصوصیّت سے توجہ دلا رہا ہوں اُن کے متعلق بتانا چاہتا ہوں کہ خواہ وہ کام دُنیا میں کسی کی نظر میں آئیں یا نہ آئیں تب بھی جس تک وہ اطلاع پہنچنی چاہیئے اس کو پتہ چل رہا ہے۔ اِس آیت میں اُس جماعت کا ذکر بھی ہے جو آخرین میں سے پیدا ہونی تھی اور جس نے حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں نیک کام کرنے تھے ان کو ریاکاری سے مستغنی کرنے کے لئے خدا نے یہ پیغام دیا ہے کہ اگر تم یہ سوچو گے کہ تم پر خدا کی نظر ہے تو تم اِس بات سے آزاد ہو جاؤ گے کہ تم پر کسی اَور کی نظر ہے یا نہیں۔

اگلی آیت کی تفسیر بیان کرنے کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خدا کے دین کے لئے اور حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنّت کے غلبہ کی خاطر جماعتِ احمدیہ نے جو کام

سنبھالے ہیں ان کے متعلق سب سے عظیم الشان خوشخبری تو یہی ہے کہ وہ اللہ کی نظر میں ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کاموں کو دُنیا کی کوئی طاقت ناکام نہیں بنا سکے گی اور تیسرا یہ کہ ان کا پھل آخرت میں ہی نہیں اِس دُنیا میں بھی لازماً ملے گا۔ یہ وہ کلماتُ اللہ ہیں جن کو دُنیا میں کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔

صد سالہ جوبلی کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے بتایا کہ یہ جوبلی دشمنوں کا خاص نشانہ بنی ہوئی ہے اور وہ ہر طرح سے پورا زور لگا رہے ہیں کہ صد سالہ جوبلی کے جشن کو ناکام بنا دینا ہے۔

فرمایا: اب تک جماعت کے خلاف جتنی سازشیں ہوئی ہیں کہ ربوہ کی مرکزی حیثیت کو ختم کیا جائے اور اس کی شان لُوٹ لی جائے، اس میں ہر قسم کے جلسے بند کر دئے جائیں کیونکہ بالآخر جماعت بڑی تیزی کے ساتھ صد سالہ جوبلی کے جشن کی طرف بڑھ رہی ہے اور اس مقام نے ساری دُنیا کا مرکز بن جانا ہے یہاں اگر کوئی جشن منایا گیا تو ساری دُنیا میں یہ بات مستحکم ہو جائے گی کہ اب یہ جماعت اتنی قوّت حاصل کر چکی ہے کہ اِس کو دُنیا میں کوئی مٹا نہیں سکتا۔ یہ ساری سازشیں اِس خطرے کے پیشِ نظر ہوئی ہیں اور جلسہ سالانہ کو بند کر کے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ صد سالہ جوبلی کے رستہ میں انہوں نے وہ دیوار کھڑی کر دی ہے جو ٹوٹ نہیں سکتی۔

حضور نے فرمایا: ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اگر خدانخواستہ ربوہ میں حالات ایسے نہ ہوئے کہ وہاں جشن اس طرح منایا جائے جیسا کہ جماعت نے منانا تھا تو دُنیا کے کونے کونے میں اِس شان اور اِس قوّت کے ساتھ یہ جشن منایا جائے گا کہ دشمنوں کے کانوں کے پردے پھٹ جائیں گے، اُن کے ولولے سے اور ان کے دبدبے سے جس شوکت سے دُنیا میں نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوں گے وہ اُن کے دلوں کو دہلا دینے والی شوکت ہو گی۔ اِس لئے کہاں اِن کی طاقت، کہاں اِن کی مجال کہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلاموں کی شان نوچ سکیں۔ یہ نہیں نوچ سکتے۔ یہ ملک جہاں مَیں اِس وقت مخاطب ہو رہا ہوں آپ سے' یہ ملک بھی نئی اور دوبالا شان کے ساتھ ...... کا حُسن دُنیا کے سامنے پیش کر رہا ہوگا اور آپ ہوں گے جو اِس حُسن کو دُنیا کے سامنے پیش کر رہے ہوں گے۔ افریقہ بھی اِس شان کو ایک نئے ولولے کے ساتھ پیش کر رہا ہوگا۔ نئے رُوپ کے ساتھ یہ شان ایشیا کے سارے ممالک میں دکھائی جائے گی۔ نئے رُوپ کے ساتھ یہ شان دُنیا کے ہر برِّ اعظم میں دکھائی جائے گی۔

بعدہٗ حضور نے صد سالہ جشن کی تیاری کے لئے جو ذمہ داریاں ہیں اُن کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ اس کے لئے صرف مالی قربانی ہی کافی نہیں بلکہ اپنا سب کچھ خدا کے حضور پیش کر دیں اور زندگی کے ہر پہلو کو خدا تعالیٰ کے پیار کا مرکز بنا لیں۔

صد سالہ جوبلی کے لئے جو تحفے جماعت نے خدا کے حضور پیش کرنے ہیں ان کے ذکر میں حضور نے فرمایا کہ صد سالہ جوبلی کے دوران میرے دل کی تمنا یہ ہے کہ بہت سے ایسے ممالک جہاں مقامی طور پر چند خاندان ابھی تک دینِ حق میں داخل ہوئے ہیں وہاں کم سے کم دو خاندانوں کو ہم دینِ حق میں داخل کر لیں اور جہاں جماعت نافذ ہو چکی ہے وہاں ہم یہ کہہ سکیں کہ ہر سال کے لئے ہم یہ حقیر اور عاجزانہ تحفہ پیش کرتے ہیں کہ ہم نے مقامی طور پر ایک خاندان کو داخل کر لیا ہے۔

حضور نے بتایا کہ بدقسمتی سے یورپ کے بعض ممالک میں دعوت الی اللہ کی طرف پوری توجہ نہیں دی گئی اور اب وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے اس لئے اِس کام کو غیر معمولی اہمیت دے کر دوبارہ اپنے ہاتھ میں لیں۔ جو داعی الی اللہ نہیں بنے وہ فوری طور پر داعی الی اللہ بنیں اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام بنانے کے لئے اپنی ساری طاقتیں صَرف کر دیں اور دن رات اِس کام کو حرزِ جان بنالیں کہ ایک خاندان، ایک اور خاندان خدا کے حضور پیش کرے اور اِس شان کے ساتھ نئی صدی میں داخل ہوں کہ آپ کے ساتھ ذرّیتِ طیّبہ ہو۔ آپ کی روحانی اولاد آپ کے ساتھ ہو۔

حضور نے بتایا کہ یہ کام بہت غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ دشمن بھی اپنی کوششوں کو تیز کرے گا اور ہر جگہ آپ کو ناکام کرنے کی کوشش میں آپ کا تعاقب کرے گا۔ اِس لئے دعاؤں کے ساتھ اور اپنے تقویٰ کے معیار کو بلند کرتے ہوئے اِس ذمہ داری کو ادا کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کی تقدیر کو بے ثمر نہیں کرے گا۔ دشمن ضرور ناکام و نامراد ہو گا۔ خدا کی ساری تقدیر تمہارے لئے تقدیرِ خیر ہے۔ تم دُنیا میں بھی کامیاب رہو گے اور آخرت میں بھی کامیاب رہو گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

غیر معمولی دعا مانگیں اور یہ ارادہ لے کر اُٹھیں کہ ہم نے یہ انقلاب لا کے دکھانا ہے

(خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۶ فروری ۱۹۸۷ء)

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد احباب جماعت کو صد سالہ جوبلی کے قریب تر آنے پر اُن کی بڑھتی ہوئی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ سو سالہ جشن کی تیاری کے لئے بہت زیادہ محنت، توجہ اور انہماک کی ضرورت ہے۔

حضور نے بتایا کہ اِس غرض سے مرکزی کمیٹیوں کے علاوہ ملکی اور علاقائی سطح پر کمیٹیاں بنا دی گئی ہیں اور ساری دُنیا کی راہنمائی کے لئے بنیادی منصوبہ دیا جا چکا ہے جس کی روشنی میں ہر ملک اپنے مقامی

حالات اور وسائل کے لحاظ سے منصوبہ تیار کر کے علاقائی کمیٹیوں کو بھجوائے اور علاقائی کمیٹیاں اس پر نظر ثانی کرنے کے بعد مرکزی کمیٹیوں کو بھجوائیں ۔

حضور نے فرمایا کہ اس جشن کے لئے تمام دُنیا میں نئی عمارتوں کی ضرورت کے پیشِ نظر نقشوں کی تیاری کا کام شروع کر دیا گیا ہے ۔ ایک عمومی نقشہ سب کو بھیج دیا جائے گا ہر ملک مقامی طور پر اپنے وسائل اور توفیق کے مطابق عمارت تعمیر کرے اور ان عمارتوں کی تعمیر میں وقارِ عمل کا بہت بڑا دخل ہونا چاہیئے ۔

حضور نے احبابِ جماعت کو تحریک فرمائی کہ وہ اپنی خدمات اپنے امیر کے سپرد کریں اور اپنے مکمل کوائف بھیج کر انہیں بتائیں کہ وہ کس رنگ میں اپنی کن صلاحیتوں اور استعدادوں کو بروئے کار لاسکتے ہیں اور کس قسم کا اور کتنا وقت دے سکتے ہیں ۔ اس طرح ان صلاحیتوں کی بناء پر کمیٹیاں حقیقی منصوبہ بنا سکیں گی ۔

حضور نے دعوت الی اللہ کی طرف خصوصیت سے توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں دو پیسے چندہ دینے والوں کو خدا تعالیٰ نے قبول فرمایا اور عملاً وہی دُو پیسے ہیں جو حضرت مسیح موعود کو اخلاص اور محبت سے پیش کئے گئے جو برکت پا رہے ہیں اور آج ہمارے ہاتھوں سے جب وہ نکلتے ہیں تو ہزاروں لاکھوں، بعض دفعہ کروڑوں بن کر نکلتے ہیں ۔ خدا تعالیٰ کے فضل نے پیمانے مختلف کر دیئے لیکن سرچشمہ وہی ہے ، وہی خلوص اور تقویٰ کا سرچشمہ جو حضرت مسیح موعود کی دعاؤں اور محنتوں کے نتیجہ میں پیدا ہوا ۔ پس اسی نہج پر اب ہمیں دعوت الی اللہ میں بھی چندوں کا رنگ پیدا کر دینا چاہیئے ۔

حضور نے فرمایا کہ بعض دفعہ بعض ملکوں سے ہزاروں کی بیعتوں کی اطلاع تو آتی رہی ہے لیکن آج تک لاکھوں کی بیعتوں کی خوشخبری نہیں ملی ۔ تو دعا یہ کریں اور کوشش کریں کہ اگلی صدی میں داخل ہونے سے پہلے ہم معیار کے پیمانے بدل دیں اور ملک اب ہزاروں میں نہیں بلکہ لاکھوں میں جانچے جانے لگیں اور کثرت سے ایسے ملک پیدا ہوں اور نئے شامل ہوں جہاں سے لاکھوں میں بیعتوں کی اطلاعیں ملنے لگیں ۔

حضور نے فرمایا کہ اگر ہزاروں کو لاکھوں میں بدلنا ہے تو آپ کو یہ احساس ہونا چاہیئے کہ اس کے لئے کتنی زیادہ محنت ، توجہ اور افرادی اور انفرادی اور اجتماعی قوت اور دعاؤں کی ضرورت ہے کیونکہ یہ کام آپ کے بس میں نہیں اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے غیر معمولی توفیق حاصل نہ ہو ۔ دعاؤں کے

بغیر اِس قسم کے انقلاب نہیں پیدا ہؤا کرتے اِس لئے غیر معمولی دعا مانگیں اور یہ ارادہ لے کر اُٹھیں کہ یہ ہم نے کر کے دکھانا ہے۔

حضور نے دعا کے مضمون پر خصوصیت سے زور دیا اور اس کے ثمرات کا ذکر فرمایا۔

حضور نے سنو ممالک میں دعوت اِلی اللہ کے منصوبہ کا ذکر کرتے ہوئے توجہ دلائی کہ جن ممالک کے سپرد نئے ممالک تھے اُن میں سے بعض نے بڑی محنت کی ہے اور خدا تعالیٰ نے انہیں قبول فرماتے ہوئے شیریں پھل دیا جو آگے بیج میں تبدیل ہو گیا اور نئے ممالک احمدیت میں شامل ہوئے۔ لیکن بعض ممالک میں ابھی تک غفلت ہے یا کام کا سلیقہ نہیں ہے۔ اِس لئے غفلتوں کو دُور کریں۔ اگر منصوبوں میں کمزوریاں تھیں تو ان کو ٹھیک کریں۔ دعاؤں میں کمی تھی تو دعائیں کریں۔ اپنے گردوپیش کا جائزہ لیکر از سرِ نو بلند عزم کے ساتھ کام شروع کر دیں۔

حضور نے جنوبی امریکہ کے ممالک میں دعوتِ اِلی اللہ کی طرف خاص طور پر توجہ دینے کے لئے تاکید فرمائی۔ حضور نے یہ خوشخبری بھی سُنائی کہ نئے سال میں اللہ تعالیٰ نے برازیل میں مقامی پھل عطا فرمایا اور ایک تعلیمیافتہ خاتون اور بعض نوجوان بھی احمدیت میں داخل ہوئے ہیں۔ اگر دعا اور خلوص اور ہمت سے کوشش کریں تو بعید نہیں کہ اِس خطہ کے ہر ملک میں مقامی طور پر پَودا لگا دیں۔

اِس سلسلہ میں حضور نے تحریکِ جدید کو خصوصی توجہ دینے کی ہدایت فرمائی اور فرمایا کہ جنوبی امریکہ کے ہر ملک میں یہ عزم لے کر آگے بڑھیں کہ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ دین کے احیائے نَو کا پَودا راسخ کر دینا ہے اور کوشش کرنی ہے کہ مضبوط جماعت مقامی دوستوں کی پیدا ہو جائے۔

حضور نے اِس صد سالہ جشن کے سلسلہ میں انفرادی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ اِس موقع پر خاص طور پر دعا کریں کہ اے خدا نئی صدی میں مَیں داخل نہ ہوں جب تک میری کمزوریاں مجھ سے جھڑ نہ چکی ہوں اور نئی خوبیاں مجھ میں پیدا نہ ہو چکی ہوں۔ یہ عزم اور یہ قریب آتی ہوئی منزل آپ کی بہت مدد کرے گی۔ دعاؤں کے ساتھ اپنی انفرادی کمزوریاں بھی دُور کرنے کی کوشش کریں اور اپنے گھر اور اپنے ماحول کی کمزوریاں بھی دُور کرنے کی کوشش کریں اور اپنے ماحول میں خوبیاں پیدا کریں۔ گھروں کو سجانے اور خوشگوار بنانے میں دعاؤں کو استعمال کریں۔ دعاؤں سے خلوصِ نیّت پیدا ہوتا ہے۔

حضور نے ازدواجی اور عائلی زندگیوں کو بہتر بنانے اور باہمی لین دین کے معاملات کو سنوارنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ گندا مال ہر چیز کو گندا کر دیتا ہے اِس لئے اپنے

اموال میں برکت پیدا کرنے کے لئے نئے راستے نکالیں اس سے جشن منانے میں بڑی مدد ملے گی۔ کتنا عظیم الشان جشن ہوگا اُس جماعت کا جس کے گھر عائلی زندگی میں سُنّت پر عمل کرنے کے نتیجہ میں جنّت نشان بن چکے ہوں۔ جن کے لین دین کے معاملات ایک دوسرے کے پیسے غصب کرنے میں نہیں بلکہ ایک دوسرے کے لئے ایثار کی بنیادوں پر قائم ہوئے ہوں۔ اور جن کے گھر دعاؤں اور درود و سلام کی آوازوں سے اور خدا کی راہ میں گریہ وزاری اور عبادتوں کے نتیجہ میں ایک ایسی موسیقی پیدا کر رہے ہوں کہ جن کی کوئی مثال دُنیا کی کوئی تہذیب پیش نہیں کر سکتی۔

فرمایا: وہ موسیقی جو فطرت کے تاروں میں روحانی ارتعاش پیدا کرتی ہے وہ موسیقی جو آپ کو ملأ اعلیٰ کے طیور کے گانے سکھاتی ہے وہ موسیقی سیکھیں اور اس موسیقی سے اپنے گھروں کے ماحول کو مترنم کر دیں۔ اِس طرح یہ نغمے گاتے ہوئے اور یہ ساز بجاتے ہوئے نئی صدی میں داخل ہوں کہ عرش پر بھی آپ کی موسیقی کی صدائیں ایک خاص دُھن کے ساتھ سُنی جانے لگیں اور ایک خاص پیار اور محبّت کے ساتھ اس طرح فرشتے آپ کی اس موسیقی کی نقل اتاریں جس طرح حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ میرے گانے وہ ہیں جن کو آسمان پر فرشتے بھی گاتے ہیں۔ پس آپ فرشتوں کو موسیقی سکھانے والے موسیقار بن جائیں اور اگلی صدی میں اس طرح داخل ہوں کہ ساری دُنیا کو موسیقی کے نئے انداز سکھانے والی صرف اور صرف جماعتِ احمدیہ ہو اور اوّل اور آخر جماعتِ احمدیہ ہو۔

حضرت مسیح موعود کے غلاموں اور عاشقوں کے لئے احمدیت کی فتح کے لئے کسی ابہام اور کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں لازماً یہ فتح ہوگی

(خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳ فروری ۱۹۸۷ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے سورۃ بقرہ کی ابتدائی پانچ آیات کی تلاوت فرمائی اور بتایا کہ اِن آیات میں ایمان اور یقین کی دو اصطلاحیں بیان کی گئی ہیں۔

ایمان اور یقین میں بنیادی اور اہم فرق بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ ایمان غیب پر ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ۔ اور یقین کا تعلق ظاہر اور حاضر سے ہے۔ ایمان اور یقین کے باہمی تعلق کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ایمان کے نتیجہ میں یقین کا پیدا ہونا لازمی امر ہے یہاں تک کہ مستقبل میں ہونے والے واقعات پر یقین پیدا ہو جاتا ہے۔ میرے نزدیک یہاں

جس آخرت کا ذکر ہے وہ آخری کامیابی اور غلبہ ہے جو اسلام کے لئے خدا تعالیٰ کے نزدیک مقدّر ہے اور اس فتح پر یقین کی طرف اِن ابتدائی آیات میں توجہ دلائی گئی ہے۔

ایمان اور یقین کا موازنہ کرتے ہوئے حضور نے فرمایا: ایمان مذہبی اصطلاح ہے اور یقین عام اصطلاح ہے جو مومن اور کافر ہر ایک میں قدرِ مشترک ہے اور یقین کو اِس پہلو سے جب ہم دیکھتے ہیں تو اس کا درحقیقت مستقبل ہی سے تعلق ہے۔ جو قومیں اپنے مستقبل پر یقین رکھتی ہیں وہ اس یقین کے سہارے زندہ رہتی ہیں اور اگر مستقبل پر یقین اُٹھ جائے تو قومیں ہلاک ہو جایا کرتی ہیں۔ اِس لئے جنگوں میں دشمن کے خلاف سب سے بڑا ہتھیار مایوسی پیدا کرنا ہے۔ مایوسی یقین کا برعکس ہے۔ اور یقین کے بغیر قومیں زندہ نہیں رہ سکتیں جس کو یقین نہیں اس کا ایمان بھی نہیں کیونکہ یقین کو ایمان کی علامت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

ایمان اور یقین میں ایک اور بنیادی فرق بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ اگر کسی چیز پر ایمان نہ ہو تو اُس ایمان کے نہ ہونے کی وجہ سے اُس چیز کو کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن اگر مومن کو مستقبل پر یقین نہ ہو تو اس کے عمل پر براہِ راست اس کا اثر پڑتا ہے اور اس عدمِ یقینی کی وجہ سے اس کو پھل نہیں ملتا اور خدا کے وعدے اس کے ذریعے پورے نہیں ہوتے یقین کا عمل سے گہرا تعلق ہے اگر یقین اُٹھ جائے تو عمل ختم ہو جائے گا۔ یقین کے مقابل پر مایوسی ہے جو سب سے مہلک ہتھیار ہے اور ابلیس کا ہتھیار مایوسی پیدا کرنا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِس موضوع پر بڑے زور سے توجہ دلائی اور بتایا ہے کہ مایوسی کفر ہے۔

فرمایا: یقین کے ساتھ جو مستقبل کا تعلق ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی حالت میں وہ جدّوجُہد نہیں چھوڑتے۔ محنت نہیں چھوڑتے۔ باوجود اس کے کہ ان کے سپرد جو کام ہوُا ہے اتنا مشکل ہے اور ایسا ناممکن الوقوع نظر آتا ہے اس کے باوجود وہ یقین رکھتے ہیں کہ یہ کام ضرور ہو کر رہے گا۔ اور چونکہ یہ یقین رکھتے ہیں اِس لئے محنت نہیں چھوڑتے۔ اب جماعتِ احمدیہ کے سامنے جو کام ہے ساری دُنیا کو فتح کرنا، ان کاموں میں سے ہے جن کو باہر سے دیکھنے والا اس معاملے میں ہمیں پاگل قرار دے گا اور کہے گا کہ اچھی بھلی باتیں کر رہا تھا اور اچانک کہنے لگ گیا ہے کہ ہم ساری دُنیا پر غالب آجائیں گے۔ لیکن مذہب کی ساری تاریخ گواہ ہے کہ ایسی ناممکن الوقوع باتیں ہمیشہ وقوع پذیر ہوتی رہیں اور جو یقینی دکھائی دیتی تھیں وہ غیر یقینی ہو گئیں۔ یقینی چیزیں صفحۂ ہستی سے ہمیشہ کے لئے مٹا دی گئیں۔ تو بظاہر غیر یقینی چیزیں منصّۂ شہود پر اس طرح قوّت کے ساتھ اُبھری ہیں کہ پھر اُن کے

مٹانے کا کوئی سوال باقی نہیں رہا۔ پس قرآن کریم نے آخرت پر یقین پر جو زور دیا ہے اسی لئے دیا ہے اس یقین کے نتیجہ میں بعض دفعہ انبیاء کو پاگل قرار دیا گیا۔ اور بعض دفعہ انہوں نے اور بعض دفعہ اپنوں کی طرف سے ایسا کیا گیا۔

اس ضمن میں حضور نے حضرت یعقوب علیہ السلام اور اُن کے بیٹوں کا واقعہ بیان فرمایا جس میں حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ کی واپسی پر کامل یقین تھا لیکن اُن کے بیٹے ان کو پاگل سمجھتے تھے۔ اور فرمایا کہ فتح دینِ حق کے متعلق حضرت مسیح موعود نے یہی محاورہ استعمال فرمایا ہے ؎

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ، مَیں کرتا ہوں اس کا انتظار

فرمایا: پس ہم تو ان دیوانوں کے غلام ہیں جن کے یقین کو دُنیا کا کوئی طعنہ بھی تبدیل نہیں کر سکا۔ حضرت اقدس مسیح موعود کی طرف منسوب ہونے کے بعد ہم آپ کے انتظار میں شامل ہو چکے ہیں اور اس یقین کے ساتھ شامل ہو چکے ہیں جس یقین کے ساتھ حضرت مسیح موعود اپنے یوسف کا انتظار کر رہے تھے۔ جب مَیں کہتا ہوں کہ اگلے سال کے پیمانے بدل دو اور ہزاروں کو لاکھوں میں تبدیل کر دو تو جس طرح حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں میں سے بعض نے ضرور یہ سمجھا ہوگا کہ یہ تو دیوانوں کی بَڑ لگتی ہے اسی طرح آپ کو خواہ مجھ سے کیسا ہی تعلق اور پیار ہو آپ میں سے بہت سے ایسے ہوں گے جو سوچتے ہوں گے کہ دینِ حق کے پیار و محبّت میں ایسی باتیں کر رہا ہے لیکن بظاہر یہ ہونی ممکن نہیں ہیں۔ لیکن مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ممکن ہیں اور حضرت مسیح موعود کے غلاموں اور عاشقوں کے لئے دینِ حق کی فتح کے لئے کسی ابہام اور کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں لازماً یہ فتح ہو گی لیکن ہو گی یقین کے ذریعہ۔ اگر آپ کا یقین کمزور ہو گا تو فتح کے امکانات بھی کمزور ہوتے چلے جائیں گے۔ فتح کا وجود میں آنا آپ کے یقین سے براہ راست تعلق رکھتا ہے اس لئے کیوں اسے ہزاروں سال پیچھے ڈالتے ہیں۔ اپنے یقین کا دل بڑھائیں تو یہ فتح تیزی کے ساتھ آپ کی طرف بڑھنا شروع ہو جائے گی کیوں اگلی صدی میں اسے دیکھنا چاہتے ہیں؟ کیوں اپنے یقین کا معیار بلند کر کے اسے اس صدی میں لانے کی کوشش نہیں کرتے؟ اس لئے جب یہ کہا جاتا ہے کہ ہر احمدی ایک احمدی بنائے تو جو یہ کہتے ہیں کہ سُننے میں تو بہت اچھی بات ہے لیکن ہوتا نہیں ہے تو جہاں یہ شیطان دل میں داخل ہو جاتا ہے وہیں کام ختم ہونا شروع ہو جاتا ہے اور مایوسی کا نام ہی شیطان ہے اور عمل کو ذلیل اور رُسوا کرنے والا ہتھیار مایوسی ہے۔ ہر احمدی کے لئے

یہ فرض ہے کہ وہ اپنے دل میں یہ یقین رکھے کہ یہ ممکن ہے اور یقیناً ہوگا۔ اگر مَیں یہ فیصلہ کروں گا کہ مَیں نے بنانا ہے تو لازماً بنا سکوں گا اور اگر یقین ہی نہیں ہے تو پھر آپ نے کرنا کیا ہے دُنیا میں۔ آپ کو یقین ہونا چاہیئے۔ آپ اگر خدا کی خاطر کام کریں گے تو وہ کام لازماً ہوگا۔

خطبۂ ثانیہ کے دَوران فرمایا: جو شخص یہ فیصلہ کرتا ہے کہ مَیں نے لازماً ایک احمدی بنانا ہے اگر یہ فیصلہ قطعی ہے تو خدا اسے پورا کرنے کے راستے بھی سجھا دے گا کیونکہ شکر خورے کے لئے اللہ تعالےٰ شکر کا انتظام بھی کر دیتا ہے ؁

پیارے آقا کا محبّت بھرا اسلام

امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی ہے اور حضور تمام احبابِ جماعت کو محبّت بھرا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کہتے ہیں ؁

درسِ حدیث

حصولِ قربِ الٰہی کے لئے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری دعائیں

(محترم مرزا انس احمد صاحب ایم۔اے، ایم۔لٹ (آکسن))

(۱)

خدا کی ہستی غنی ہے وراء الوریٰ ہے۔ اس کا قُرب بغیر اس کے فضل کے حاصل نہیں ہو سکتا اور اس کا فضل بغیر دعاؤں کے نہیں ملتا۔

ایک طرف اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کروایا کہ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: ۳۲)

ترجمہ :- اے اللہ کے رسول! ان لوگوں کو جو خدا کی محبت کے دعویدار ہیں بتا دو کہ اگر خدا کی محبت حاصل کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔

اور دوسری طرف یہ اعلان بھی کروایا کہ

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ (الفرقان: ۷۸)

کہ اے رسول! تمام انسانوں کو کہہ دو کہ اگر تم میرے رب کے حضور دردمندانہ دعائیں اور درد سے بھری ہوئی التجائیں نہیں کرتے تو وہ تمہاری ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں کرتا۔

ایسی دعاؤں کے بغیر نہ وہ تم سے کبھی تعلق قائم کرے گا اور نہ ہی تمہیں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کی حقیقی پیروی کی توفیق دے گا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ پھر فرمایا:۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْالِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْابِیْ۔ (البقرۃ: ۱۸۷)

ترجمہ:۔ اے رسول! جب تجھ سے کوئی میرا بندہ میرے بارہ میں پوچھے کہ مجھے تعلق کیسے حاصل ہو سکتا ہے تو اس کو کہہ دے کہ میرا قرب ہر وقت حاصل ہو سکتا ہے (فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ) مَیں تو بہت ہی قریب ہوں۔ ہاں شرط دعا ہے۔ جب بھی میرا کوئی بندہ مجھ سے مجھے مانگتا ہے۔ میرا تعلق طلب کرتا ہے تو مَیں اس کو ضرور مل جاتا ہوں اور اس کی یہ دعا کبھی رَدّ نہیں کرتا۔ ان کو کہہ دو کہ میرے اس وعدے پر یقین رکھیں (وَلْیُؤْمِنُوْابِیْ) اور میرے قُرب کے حصول کے لئے دعاؤں میں لگے رہیں۔

قُربِ الٰہی کے حصول کے لئے قرآن کریم نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بہت سی پیاری دعائیں سکھلائی ہیں۔ اِس وقت مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے چند ایک بیان کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِكَ تَهْدِیْ بِهَا قَلْبِیْ وَتَجْمَعُ بِهَا اَمْرِیْ وَتَلُمُّ بِهَا شَعَثِیْ وَ تُزَكِّیْ بِهَا عَمَلِیْ وَ تُلْهِمُنِیْ بِهَا رُشْدِیْ۔

اَللّٰھُمَّ هٰذَا الدُّعَاءُ وَ عَلَیْكَ الْاِجَابَةُ وَهٰذَا الْجُهْدُ وَعَلَیْكَ التُّكْلَانُ .....

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیْ نُوْرًا فِیْ قَلْبِیْ وَ نُوْرًا فِیْ قَبْرِیْ وَ نُوْرًا بَیْنَ یَدَیَّ وَ نُوْرًا مِنْ خَلْفِیْ وَ نُوْرًا عَنْ یَمِیْنِیْ وَ نُوْرًا عَنْ شِمَالِیْ وَ نُوْرًا مِنْ فَوْقِیْ وَ نُوْرًا مِنْ تَحْتِیْ وَ نُوْرًا فِیْ سَمْعِیْ وَ نُوْرًا فِیْ بَصَرِیْ وَ نُوْرًا فِیْ شَعَرِیْ وَ نُوْرًا فِیْ بَشَرِیْ وَ نُوْرًا فِیْ لَحْمِیْ وَ نُوْرًا فِیْ دَمِیْ وَ نُوْرًا فِیْ عِظَامِیْ۔

(جامع الترمذی۔ ابواب الدعوات)

ترجمہ:۔ اے اللہ مَیں تیری جناب سے تیری رحمت کا طلبگار ہوں، میرے مولیٰ مجھے اپنی رحمت سے نواز۔ ایسی رحمت جو میرے دل کو تیرے قُرب کی راہوں پر ڈال دے جو میری زندگی کو کچھ اس طرح سنوار دے کہ مجھے سوائے تیرے کسی اور کی حاجت نہ رہے۔ مولیٰ! مَیں پراگندہ حال ہوں مجھے اپنی رحمت سے نواز کہ مَیں زندگی کے بکھیڑوں سے نجات پا جاؤں۔ مجھ پہ کرم کر اور میرے قول اور

فعل کو پاک صاف کر دے۔ اپنے رحم سے میری اطاعت کو اپنے لئے خالص کر دے۔ اے خدا! مجھے اپنی رحمتوں سے نواز اور مجھے اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور اپنے فضل سے مجھے اپنا قرب عطا کر۔

میرے مولیٰ یہ تیرے عاجز، کمزور بندے کی ٹوٹی پھوٹی دعا ہے۔ میرے مولیٰ یہ میری التجا ہے اور مَیں صرف تجھ سے ہی التجا کر سکتا ہوں تُو اپنے فضل سے میری فریاد، میری التجا کو قبول کرلے۔ میرے مولیٰ میرے اعمال کی کیا حقیقت ہے کہ مَیں ان کو تیرے حضور پیش کر کے کچھ مانگوں۔ میری ساری کوشش تو بس یہی ایک دعا ہے اور مجھے تجھ پر پورا بھروسہ ہے تُو اسے رَدّ نہیں کرے گا۔ یا اللہ تُو نور ہے۔ میرے دل کو نور سے بھر دے۔ میری قبر کو نور سے بھر دے (مولیٰ مجھے زندگی میں بھی تیرا نور حاصل ہو) میرے آگے بھی تیرا نور ہو میرے پیچھے بھی تیرا نور ہو میرے دائیں بھی تیرا نور ہو میرے بائیں بھی تیرا نور ہو۔ میرے اوپر بھی تیرا نور ہو میرے نیچے بھی تیرا نور ہو۔ (مولیٰ میرے ظاہر و باطن کو میرے جسم و جان کو اپنے نور سے بھر دے) میرے کان میں بھی اپنا نور بھر دے۔ میری آنکھ میں بھی اپنا نور بھر دے میرے بالوں میں بھی اپنا نور بھر دے۔ میری جلد میں بھی اپنا نور بھر دے۔ میرے گوشت میں بھی اپنا نور بھر دے۔ میرے خون میں بھی اپنا نور بھر دے اور میری ہڈیوں میں بھی اپنا نور بھر دے۔

(۲) اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یَّنْفَعُنِیْ حُبُّہٗ عِنْدَکَ۔

(ترمذی ابواب الدعوات)

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ الْاَشْیَاءِ اِلَیَّ۔ وَاجْعَلْ خَشْیَتَکَ اَخْوَفَ الْاَشْیَاءِ عِنْدِیْ وَاقْطَعْ عَنِّیْ حَاجَاتِ الدُّنْیَا بِالشَّوْقِ اِلٰی لِقَائِکَ وَاِذَا اَقْرَرْتَ اَعْیُنَ اَھْلِ الدُّنْیَا مِنْ دُنْیَاھُمْ فَاَقْرِرْ عَیْنِیْ مِنْ عِبَادَتِکَ۔ (حلیۃ الاولیاء لِاَبِی نعیم بحوالہ فیض القدیر حدیث نمبر ۱۵۱۷)

ترجمہ:۔ مولیٰ! مجھے اپنی محبّت عطا کر۔ مجھے اس پاک وجود (محمد مصطفیٰ ؐ) کی محبّت عطا کر۔ صرف جس کی محبت ہی تیرے حضور میرے کام آئے گی۔

یا اللہ مجھے میری تمام پیاری چیزوں سے اپنی محبّت پیاری کر دے۔ میرے دل میں اپنی حقیقی خشیت پیدا کر دے اور اپنی خشیت کو میرے دل کے ہر خوف پر غالب کر دے۔

یا ربّ! میرے دل میں اپنے وصال کا شوق کچھ اس طرح بھر دے کہ دُنیا کی کوئی خواہش کوئی حاجت مجھے نہ رہے۔ مولیٰ جس طرح تُو نے دُنیاداروں کے دلوں میں دُنیا کی محبت رکھ دی ہے

اس سے بڑھ کر میرے دل میں اپنی غلامی کا شوق رکھ دے۔ مولیٰ اپنی عبادت کو، اپنے ذکر کو میری آنکھوں کا سرور اور میرے دل کی لذت بنا دے۔

(۳) اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَسْمَعُ كَلَامِيْ وَتَرٰى مَكَانِيْ وَتَعْلَمُ سِرِّيْ وَعَلَانِيَتِيْ لَا يَخْفٰى عَلَيْكَ شَيْءٌ مِّنْ اَمْرِيْ۔ وَاَنَا الْبَائِسُ الْفَقِيْرُ۔ اَلْمُسْتَغِيْثُ الْمُسْتَجِيْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهٖ۔ اَسْأَلُكَ مَسْأَلَةَ الْمِسْكِيْنِ ہ وَاَبْتَهِلُ اِلَيْكَ اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِيْلِ۔ وَاَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِيْرِ۔ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهٗ وَفَاضَتْ لَكَ عَبْرَتُهٗ وَذَلَّ لَكَ جِسْمُهٗ، وَرَغِمَ لَكَ اَنْفُهٗ۔
اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ بِدُعَائِكَ شَقِيًّا وَكُنْ لِّيْ رَءُوْفًا رَّحِيْمًا۔ يَا خَيْرَ الْمَسْئُوْلِيْنَ وَيَا خَيْرَ الْمُعْطِيْنَ۔

(طبرانی کبیر من ابن عباس۔ بحوالہ فیض القدیر۔ حدیث نمبر ۱۴۳۸)

ترجمہ:۔ اے میرے مولیٰ تُو میری فریاد کو سُنتا ہے تُو جانتا ہے کہ میری حقیقت کیا ہے۔ تُو میرے ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔ میرے دل کی حالت اور میرے عمل کی حقیقت تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ میرا کوئی معاملہ تیری نظر سے چھپا ہوُا نہیں۔

مولیٰ میرے مولیٰ مَیں بدحال و خستہ جان فقیروں کی طرح تیرے حضور تیرے رحم کی بھیک مانگنے آیا ہوں اور فریادی ہو کر تیری پناہ کی تلاش میں نکلا ہوں۔ ترساں و لرزاں آیا ہوں۔ کسی انعام کی طلب میں نہیں آیا صرف اقرارِ جُرم اور اعترافِ گناہ کو حاضر ہوُا ہوں مسکینوں اور عاجزوں کی طرح تیرے حضور تیرے رحم اور تیری عنایت کا سوالی بن کر آیا ہوں۔

دیکھ ایک کمزور گناہ گار کی طرح تیرے حضور پڑا گڑگڑا رہا ہوں۔ خوفزدہ ہوں اور انتہائی کرب میں تجھ سے تیرے رحم کی بھیک مانگتا ہوں اور میری گردن تیرے حضور عاجزی سے جُھکی ہوئی ہے۔ میرے آنسو تیری جناب میں رواں ہیں۔ میری رُوح کی طرح میرا جسم بھی تذلّل سے تیرے حضور سجدہ ریز ہے۔ میرے مولیٰ تیری خاطر مَیں نے کرمِ خاکی کی طرح اپنے آپ کو مٹی میں ملا دیا ہے اور تیرے آستانۂ الوہیّت پر انتہائی عاجزی اور تذلّل سے جھکا ہوُا ہوں۔

مولیٰ تجھ سے بڑھ کر کون ہے کہ مَیں اس کے دَر پر جاؤں اور اس کا سوالی بنوں؟ تجھ سے بڑھ کر کون ہے جو مجھے دے گا؟ سو میرے پیارے مجھے اپنی جناب سے نہ دھتکارنا میری دعاؤں

کو رَدّ نہ کرنا۔ مجھے میری بدبختیوں کے حوالے نہ کر دینا۔ مولیٰ! انظرِ کرم کرنا۔ میرے ساتھ نرمی کا سلوک کرنا۔
مولیٰ! رحم! رحم! رحم ـــــ آمین

(۲)

• عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اُدْعُوا اللّٰهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ، وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَجِیْبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ۔ (ترمذی مصری حدیث نمبر ۳۴۷۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سے دعا مانگو تو اس طرح مانگو کہ تمہیں یقین ہو کہ اللہ دعاؤں کو قبول کرتا ہے[۱]۔ اور یاد رکھو کہ اللہ ایسے شخص کی دُعا قبول نہیں کرتا جس کا دل خدا کی یاد سے غافل ہو اور جو دل اللہ کی ذات سے بے پرواہ ہو۔

• عَنْ فُضَالَةَ ابْنِ عُبَیْدٍ یَقُوْلُ: سَمِعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا یَدْعُوْ فِیْ صَلَاتِهٖ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: عَجِلَ هٰذَا، ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ وَلِغَیْرِهٖ: اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَأْ بِتَحْمِیْدِ اللّٰهِ وَالثَّنَاءِ عَلَیْهِ ثُمَّ لِیُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ لِیَدْعُ بَعْدُ بِمَا شَاءَ۔

(ترمذی کتاب الدعوات حدیث نمبر ۳۴۷۷)

حضرت فضالہ بن عبید سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دفعہ) ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے سُنا اور اس نے دعا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں بھیجا تھا۔ حضور نے فرمایا اس شخص نے بڑی جلد بازی کی۔ پھر اس شخص کو بلایا اور اس شخص کو اور باقی سب کو مخاطب ہو کر فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے (اور دعا کرے) تو سب سے پہلے اللہ کی حمد کرے اس کی ثناء کرے پھر نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجے اور پھر جو چاہے وہ دعا مانگے۔

---

[۱] لفظی ترجمہ ہے تمہیں قبولیت (دعا) کا یقین ہو۔

• عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْسَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً۔

(بخاری کتاب الدعوات باب استغفار النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

• عَنْ بُشَيْرِ بْنِ كَعْبٍ الْعَدَوِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ شَدَّادُ بْنُ اَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ تَقُوْلَ ' اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ اغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ '۔

قَالَ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوْقِنًا بِهَا فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّمْسِيَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوْقِنٌ بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ يُّصْبِحَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔

(بخاری کتاب الدعوات باب افضل الاستغفار)

زہری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بتایا کہ ابوہریرہؓ کہتے تھے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سُنا کہ اللہ کی قسم میں تو دن میں ستّر مرتبہ سے بھی زیادہ خدا کی طرف جھکتا اور اُس سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ اسی طرح بُشیر بن کعب کہتے ہیں کہ مجھے شدّاد بن اوسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ بات پہنچائی کہ سیّد الاستغفار یہ ہے کہ تُو (اپنے مولیٰ سے یہ) عرض کر کہ:

" اے میرے مولیٰ تُو میرا ربّ ہے اور تیرے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ تُو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور جس قدر مجھے طاقت ہے میں اُس عہد اور اُس وعدہ پر قائم ہوں جو میں نے تجھ سے کیا ہے۔ (میرے مولیٰ) میں اپنے اعمال کے شر (اور ان کے بُرے نتائج) سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میرے پر جو تیرے انعامات اور احسانات ہیں مجھے اقرار ہے کہ وہ سب کچھ تیری ہی جناب سے مجھے ملا ہے اور میں اپنے گناہوں کا بھی اقرار کرتا ہوں اور میں اپنے گناہوں سے بیزار ہو کر اور یہ جانتے ہوئے کہ میں اپنی کوشش سے اِن سے بچ نہیں سکتا ان سے

تیری پناہ میں آتا ہوں[1] پس تُو مجھے بخش دے کہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی بھی تو نہیں بخش سکتا۔"

(یہ دعا سکھانے کے بعد) آپ نے فرمایا جب کوئی بندہ دن کو یہ دعا مانگتا ہے اور اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جو کچھ وہ اس دعا میں مانگتا ہے اس کی حقیقت کو سمجھتا ہے اور جو کچھ اس دعا میں وہ خدا کے حضور کہتا ہے اس پر یقین رکھتا ہے پھر وہ اُس دن اپنے پر شام آنے سے پہلے مرجاتا ہے تو وہ (خدا کی نظر میں) جنتیوں میں شمار ہوتا ہے اور جو شخص یقینِ قلب کے ساتھ یہ دعا رات کو مانگتا ہے اور صبح نہیں کر پاتا اور مرجاتا ہے تو وہ (خدا کی نظر میں) اہلِ جنّت میں شمار ہوتا ہے۔

• عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عمرو وعَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِیْ دُعَاءً اَدْعُوْا بِهٖ فِیْ صَلَاتِیْ قَالَ قُلْ:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔"

(بخاری کتاب الدعوات باب الدعاء فی الصلاۃ)

عبداللہ ابن عمرو سے مروی ہے (اور) انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضورؐ مجھے کوئی ایسی دعا سکھائیں جسے مَیں اپنی نماز میں کیا کروں تو حضورؐ نے فرمایا تم (اللہ کے حضور یہ) عرض کیا کرو کہ اے میرے مَولیٰ مَیں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے اور تیرے سوا اور کوئی گناہوں کی بخشش نہیں کر سکتا پس تُو اپنی جناب سے مجھے مغفرت عطا فرما اور میرے پر رحم کر کیونکہ تیرے سوا اور کوئی غفور رحیم نہیں۔

• عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُوْسٰی عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ کَانَ یَدْعُوْ بِهٰذَا الدُّعَاءِ رَبِّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَهْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ کُلِّهٖ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطَایَایَ وَعَمْدِیْ وَجَهْلِیْ وَهَزْلِیْ وَکُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ

---

[1] دعا میں بَاءَ اَبُوْءُ کے الفاظ آئے ہیں اور لفظ باء میں وہ تمام مفاہیم اور معنے پائے جاتے ہیں جو خط کشیدہ سطور میں کئے گئے ہیں۔ دیکھیں اقرب الموارد، نہایہ ابن اثیر، شرح کرمانی۔

الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ۔

(بخاری کتاب الدعوات باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ)

اس دُعا کے ترجمہ سے پہلے ایک وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ عربی ایک وسیع و بلیغ زبان ہے۔ بہت سی عربی عبارت کا کوئی ایک ترجمہ اس کے تمام معانی پر حاوی نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں بھی اپنے اندر بہت سے معانی رکھتی ہیں اور ان دعاؤں کے بعض حصے ایسے ہیں کہ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلیں تو آپ کے مقام کے مطابق ان کے ایک معنے ہوں گے لیکن جب وہ عام آدمی کی دعا کا حصہ بنیں تو ان کے معانی اور ہو جائیں گے۔ ذیل میں جو ترجمہ حضورؐ کی دعا کا کیا ہے وہ عام معانی کے اعتبار سے کیا ہے۔ یہی اصول اس مضمون کے باقی ترجموں میں بھی ملحوظ رکھا ہے۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کے بیٹے (عامر) نے اپنے والد سے روایت کیا ہے انہوں نے (یعنی ابوموسیٰ اشعری نے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ

"اے خدا میری خطاؤں کو اور میری ان غلطیوں کو جو مجھ سے لاعلمی میں صادر ہوئیں اور میری زیادتیوں کو جو میرے معاملات میں مجھ سے سرزد ہوئیں ان سب کو بخش دے اور اس کے علاوہ ہر اُس چیز کو بخش دے جس کی بخشش مجھے مانگنی چاہیئے لیکن جس کے بارہ میں مَیں نہیں جانتا لیکن تُو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔

اے اللہ پھر مَیں تیری جناب میں عرض کرتا ہوں کہ تُو میری تمام خطاؤں کو معاف فرما دے خواہ وہ خطائیں مجھ سے عمداً سرزد ہوئی ہوں یا لاعلمی میں۔ غیر سنجیدگی میں جو مجھ سے خطائیں ہو گئی ہوں انہیں بھی معاف کر دے اور میری کمزوریوں کو بھی معاف کر دے[1] اور یہ سب باتیں مجھ میں پائی جاتی ہیں۔ اے میرے مولیٰ میرے اُن قصوروں کو بھی معاف کر دے جو اس طرح ظاہر ہوئے کہ جو مجھے نہیں کرنا چاہیئے تھا وہ مَیں کر گزرا اور میرے اس قصور کو بھی معاف کر دے کہ جو کام مجھے کرنے چاہئیں تھے مَیں نہیں کر پایا[2] اور جو کچھ مَیں نے چھپائے رکھا اور تجھے ناپسند تھا اُسے بھی معاف کر دے اور

---

[1] ھزل میں یہ تینوں مفہوم پائے جاتے ہیں۔

[2] ماقدمت وما اخرت کے رائج العام ترجمہ سے مختلف ترجمہ کیا ہے۔

اُسے بھی معاف کر دے جو مجھ سے تیری رضا کے خلاف ظاہر ہؤا تو مقدّم ہے کہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے ڈھانپ لیتا ہے اور تُو مؤخر ہے کہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے محروم کر کے اُسے گھاٹے میں ڈال دیتا ہے[1]

• عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ : كُنْتُ نَائِمَةً اِلٰى جَنْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَقَدْتُهُ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِيْ عَلٰى قَدَمَيْهِ وَهُوَ سَاجِدٌ وَهُوَ يَقُوْلُ: اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ ۔ (ترمذی مصری حدیث نمبر ۳۴۹۳)

محمد بن ابراہیم التیمی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں سو رہی تھی (میری آنکھ کھلی تو میں نے) حضورؐ کو (اپنے پہلو میں) نہ پایا میں حضورؐ کو اپنے ہاتھوں سے ٹٹولنے لگی تو میرے ہاتھ حضورؐ کے قدموں پر پڑے۔ حضورؐ سجدہ میں تھے اور یہ دعا کر رہے تھے کہ

اے میرے مولیٰ میں تیری رضا کا طلبگار ہو کر تیری ناراضگی سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور تیری عافیت چاہتے ہوئے تیری سزا سے تیری پناہ مانگتا ہوں (میرا دل تیری حمد و ثنا سے بھرا ہے لیکن میں اس کا حق ادا نہیں کر سکتا کیونکہ) تیری تعریف کا بیان کرنا (کسی مخلوق) کی طاقت میں نہیں تُو تو ایسا ہے جیسا تُو خود اپنی تعریف کرتا ہے۔

• عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ : دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدُعَاءٍ كَثِيْرٍ لَمْ نَحْفَظْ مِنْهُ شَيْئًا، قُلْنَا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) دَعَوْتَ بِدُعَاءٍ كَثِيْرٍ لَمْ نَحْفَظْ مِنْهُ شَيْئًا، فَقَالَ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَجْمَعُ ذٰلِكَ كُلَّهُ تَقُوْلُ ؟ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَاَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ، وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ، وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

(ترمذی مصری حدیث نمبر ۳۵۲۱)

---

[1] مُقدِّم اور مُؤخِّر کے اِن معانی کے لئے دیکھیں شرح کرمانی زیرِ حدیث

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ (ایک موقع پر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی دعائیں کیں جن میں سے ہم کچھ بھی نہ یاد رکھ سکے۔ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے بہت سی دعائیں کیں اور ہمیں کوئی دعا بھی یاد نہ رہی۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی دعا نہ سکھا دوں جو ان سب دعاؤں کو جمع کرلے گی۔ تم یہ دعا کیا کرو کہ اے اللہ ہم تجھ سے ہر وہ بھلائی مانگتے ہیں جو تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے مانگی اور ہم ہر اُس شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں جس سے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی۔ تیری ذات ہی وہ ذات ہے جس سے مدد طلب کی جا سکتی ہے اور تیری ذات ہی وہ ذات ہے جس تک پہنچ کر انسان اپنی مرادیں پا سکتا ہے (اور ہم انتہائی کمزور ہیں) اور یہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ سے تعلق قائم کئے بغیر نہ ہمیں کوئی طاقت حاصل ہو سکتی ہے کہ ہم گناہوں سے بچ جائیں اور نہ کوئی قدرت حاصل ہو سکتی ہے کہ ہم نیکیاں کر سکیں۔

اللّٰھم صلّ و بارك علیٰ محمّد و علیٰ آل محمّد

قسط ۲

اَوقاتِ نماز کی فلاسفی

(محترم عبد السمیع خان صاحب استاد جامعہ احمدیہ ربوہ)

(۴) معاشرتی طور پر بھی اَوقاتِ نماز بڑی اہمیّت اور فوائد رکھتے ہیں۔ سیّدنا حضرت مولانا نورالدین صاحب ان پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اہلِ محلہ کے روزانہ اجتماع کے لئے پانچ وقت کی جماعت کو واجب کیا۔ رات کو سب لوگ اپنے گھروں میں سوتے رہے۔ شبینہ واقعات میں اگر ہمدردی کی ضرورت ہے تو علی الصبح نمازِ فجر کی جماعت میں یہ امر حاصل ہے اب بازار کی آمد و رفت شروع ہوئی مختلف معاملاتِ خارجیہ پیش آئے تو دوپہر کے بعد جماعت کا وقت آگیا عصر روزانہ اوقات کا اختتام ہے اور ابھی اہلِ تجارت و حرفہ غالب عمرانات میں گھر نہیں پہنچے عین اس وقت کے معاملات پر اگر ہمدردی کی ضرورت ہے تو عصر کی جماعت کا عمدہ موقع ہے۔ شام کو گھر پہنچے وہاں کے نئے معاملات جو غیبوبت میں ہوئے اگر باعث اجتماع ہیں تو جماعت نمازِ شام اس کے لئے موزوں ہے ۹، ۱۰ بجے رات کو الگ الگ ہونے کا وقت آگیا۔ مناسب ہے سب آپس میں الوداعی رخصت کرلیں اور یہی عشاء کا وقت ہے۔ اس روزانہ پانچ وقت کے اجتماع میں اگر تمام اہلِ عباد کو تکلیف دی جاوے تو ایک قسم کی تکلیف مالایطاق ہے اِس لئے تمام شہر کے اہلِ اسلام کے واسطے ہفتے میں ایک دن جمعے کا اس اجتماع کے لئے تجویز ہوا لیکن اس اجتماع کے لئے حفظِ صحت کے سامان کے واسطے نہانا، کپڑے بدلنا صفائی ایک ضروری تھا۔ بنابراں اس کا وقت قریب نصف النہار تجویز کیا گیا اور اس میں موسٰی والی تشدید کہ سبت میں کام کرنے میں کام کرنے والے کو جلا دیا جائے۔ عالمگیر مذہب میں جس کا نام اسلام ہے مناسب نہ سمجھی زیادہ دیر تک اجتماع

کو مخلِ صحت خیال کر کے اصل نماز سے اس نماز کو نصف کر دیا گیا اور ایک خطیب اسپیکر کو یہ حکم دیا گیا کہ ضروریات پر کھڑے ہو کر لیکچر دے اور بعد ختم نماز جمعہ کے حکم ہے چلے جاؤ اور منتشر ہو جاؤ۔

قصبات اور دیہات کے اجتماع کے لئے عید کی نماز تجویز ہوئی۔ چونکہ یہ جلسہ بھاری اور سال میں کُل دو دفعہ ہوتا تھا اور اس میں لوگوں کی کثرت تھی اس لئے تبدیل لباس اور عطر و خوشبو لگانا جیسے جمعہ میں حکم تھا اس میں بھی رہا اور زیادہ تر اجتماع کے لحاظ سے حکم ہؤا عید کا جلسہ شہر سے باہر میدان میں ہو تا کہ فرش پر تازہ ہوا کی روک نہ رہی چونکہ میدان محل انجمن ٹھہرا اور غالب عمرانات میں دھوپ کا خوف ہؤا اس لئے ابتدائے روزِ عید کا وقت ٹھہرایا گیا۔" (فصل الخطاب جلد ۲ صفحہ ۱۶۸)

(۵) نماز کی مثال غذا سے بھی دی گئی ہے اور روحانی اور جسمانی غذاؤں میں تطابق پیدا کیا گیا ہے۔ اس مضمون کی وضاحت کرتے ہوئے سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے فرمایا:-

"دَورِ حاضر میں مادہ پرستوں نے تہذیب و تمدن کے نام پر ایک لمبے تجربہ کے بعد کھانے کے جو طریقے اور اوقات مقرر کئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ۱۴۰۰ سال پہلے ہی مقرر کروا دیئے تھے۔"

مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:-

"نماز روحانی غذا ہے اس کے بغیر روحانیت زندہ نہیں رہ سکتی اس لئے نمازوں کی تعداد بھی اتنی ہی ہے جتنے کھانے کے اوقات ہیں۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ غریب ملکوں میں تو لوگ دو وقت کی روٹی کھاتے ہیں لیکن اسلام تو غریب مذہب نہیں ہے یہ آپ کو امیر قوم کی طرح تصور کرتا ہے اور امیر قومیں دن میں کم از کم پانچ وقت کھاتی ہیں۔ آپ امیر قوموں کی عادات کا مطالعہ کیجئے وہ صرف ایک یا دو وقت کے کھانے پر اکتفا نہیں کرتیں وہ کم از کم پانچ وقت کھاتی ہیں اور بعض اس سے بھی زیادہ۔ اس کے مقابل نوافل رکھ دیئے گئے ہیں۔ امریکہ میں لوگ جونہی نیند سے بیدار ہوتے ہیں اولاً BED TEA پیتے ہیں۔ ثانیاً پورا ناشتہ۔ ثالثاً لنچ۔ رابعاً شام کی چائے کی پیالی۔ خامساً DINNER رات کا کھانا۔ اور اگر آپ صبح کی چائے کو چھوڑ دیں تب SUPPER پانچویں نمبر پر آئے گا اور علی الصبح کی چائے نفل بن جائے گی۔ رات کے وقت اگر انہیں بھوک لگ جائے تو اُٹھ کر کچن میں یا فرج میں چیزیں

ڈھونڈتے پھرتے ہیں مومن ایسے ہیں تہجّد میں اللہ کے فضل ڈھونڈنے لگ جاتے ہیں اگر آپ نوافل ادا نہیں کر سکتے تو پانچ وقت کی نمازیں توضرور ادا کریں جو دُنیا کی ہر امیر قوم کی عادات میں شامل ہے۔" (ماہنامہ خالد جنوری ۱۹۸۴ء صفحہ ۴۷، ۴۸)

یہ تمثیل بڑی ہی متاثر کُن ہے اور غیروں کے سامنے عملاً اپنے گہرے اثرات دکھا چکی ہے۔ مولانا عبدالمجید سالکؔ مدیر انقلاب اِس سلسلہ میں حسبِ ذیل نہایت پاکیزہ لطیفہ سُنایا کرتے تھے کہ

" ایک مسلمان مبلّغ جب پہلے پہل یورپ گیا اور اس نے انگلستان میں تبلیغ اسلام شروع کی تو ایک دن کا واقعہ ہے کہ ایک انگریز عورت اس کے پاس آئی دَوران گفتگو میں اس نے کہا کہ اسلام میں اَور سب باتیں تو ٹھیک ہیں اور نیکی کے رستے پر رہنمائی کرتی ہیں لیکن یہ پانچ دفعہ نماز پڑھنا بے حد مشکل ہے اور میرے نزدیک غیر ضروری بھی ہے مبلّغ اسلام نے جواب میں کہا کہ معزز خاتون آپ دن رات میں کتنی دفعہ کھانا کھاتی ہیں۔ اس نے جواب دیا یہی کوئی پانچ دفعہ۔ علی الصبح "بیڈٹی" پھر ناشتہ۔ ایک کے قریب لنچ۔ تیسرے پہر چائے۔ پھر رات کو ڈنر۔ مبلّغِ اسلام نے کہا کہ جس طرح جسم کو دن رات میں پانچ دفعہ غذا چاہیئے ہے اسی طرح رُوح کو بھی غذا مطلوب ہے۔ آپ لوگ جسم کی ضرورت کی طرف تو پوری توجہ کرتے ہیں لیکن رُوح کو اس کی غذا نہیں دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ لوگ رُوح کے مریض اور کمزور رہیں۔ آپ کو کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ دن میں پانچ دفعہ کھانا کھانا کس قدر تضیع اوقات ہے۔ انگریز خاتون اِس دلیل سے بے حد متاثر ہوئی۔ پھر مبلّغِ اسلام نے کہا کہ آپ نے دیکھا رُوح کے لئے صبح کی چائے میں صرف دو سُنّتیں اور دو فرض ہوتے ہیں یعنی ناشتہ کی طرح مختصر۔ پھر بعد دوپہر لنچ ہوتا ہے جس میں بارہ رکعتیں ہیں۔ تیسرے پہر کی چائے میں پھر وہی چار رکعتیں۔ پھر شام کے وقت مختصر سا ناشتہ سات رکعتوں کا۔ اس کے بعد رات کو روح کا ڈنر ہوتا ہے یعنی عشاء کی نماز میں سترہ رکعتیں ادا کرنی پڑتی ہیں۔ سُنا ہے کہ محض اِس دلیل سے متاثر ہو کر وہ خاتون مسلمان ہو گئی۔"

("اسلام اور مسلمان" صفحہ ۲۵، ۲۶ از مولانا عبدالمجید سالکؔ۔ نومبر ۱۹۵۰ء
بحوالہ روزنامہ الفضل ۲۷ر اگست ۱۹۸۴ء)

(۶) پانچ اَوقاتِ نماز دن اور رات میں انسان پر ہونے والے افضالِ الٰہی کے لئے حمد و شکر کی علامت کے طور پر مقرر کئے گئے ہیں باقی اَوقات میں عام طور پر اور ان اَوقات میں خاص طور پر حمد

باری تعالیٰ کی طرف انسان کو متوجہ کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل طرابلس کے ادیب حسین بن محمد مصطفےٰ الجسہ کے قلم سے ملاحظہ ہو:۔

"چونکہ انسان جب سو کر جاگتا ہے تو گویا وہ مر کر زندہ ہوتا ہے کیونکہ سونا بھی اِس اعتبار سے کہ آدمی کے حواس احساس کرنے کے معطّل رہتے ہیں مرنے ہی کی مثل ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ خدا نے اس کو اس حالت سے جو موت کے مشابہ ہے اُٹھا کر کھڑا کیا اور اپنے کاروبار میں ہاتھ پیر ہلانے اور دماغی قوّت سے کام لینے کی وجہ سے جو کچھ اس کی قوّتوں میں ضعف ہو چلا تھا اس نیند سے اس کی تلافی کر دی۔ کہاں تو وہ بالکل تھکا ماندہ سویا تھا اور اُٹھنے کے وقت اُس کا سارا کسل دُور ہو گیا۔ طبیعت خوش اور بشاش ہو گئی علاوہ اس کے خدا نے اس کو سونے کی حالت میں تمام موذی چیزوں سے بھی محفوظ رکھا اور اس کا کھانا بخوبی ہضم کر کے اس کو ایسی عجیب و غریب صورت سے جس کے سمجھنے میں عقل چکر میں آجاتی ہے جزوِ بدن بنا دیا اور اس کو اس کا پتہ بھی نہ لگا کہ فعل انہضام نے کیونکر انجام پایا اور اُس سے اس کو کیا کیا فائدے پہنچے اور کون کون سی مضر چیزیں دفع ہوئیں۔ اس کی غایت درجہ کی کوشش یہ تھی کہ اس نے کھانا نگل کر معدہ میں پہنچا لیا تھا اور اس طرح سے اُس نے کھانے کی لذّت حاصل کر لی تھی۔ اس کے بعد ہضم وغیرہ کا خیال بھی اُس کے دل میں نہ گذرا تھا۔ صرف ان فوائد پر کیا موقوف ہے نیند سے اور بھی بہتیرے فائدے حاصل ہوتے ہیں اور خدا کی کتنی ہی بے شمار نعمتیں پائی جاتی ہیں کہ جو سب تحریر و تقریر میں آ ہی نہیں سکتیں اِس لئے اِس کے ذمہ یہ بات ضروری ہو گئی کہ بیدار ہونے کے ساتھ ہی خدا کا شکر ادا کرنے کی غرض سے نماز پڑھے چنانچہ وہ اسی وجہ سے صبح کی نماز ادا کرتا ہے پھر جب آدھا دن گذر جاتا ہے اور خدا کے اس پر بڑے بڑے احسانات ہو لیتے ہیں مثلاً یہ کہ خدا زمین کو تا کہ اُسے اپنی معاش کی راہیں صاف نظر آنے لگیں روشن کر دیتا ہے اس کے حواس کو تقویت پہنچا دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ نافع اور مُضر چیزوں میں تمیز کر لیتا ہے اس پر کسبِ معاش کے ذریعے آسان ہو جاتے ہیں اس کو غذا مِل چکتی ہے۔ کوئی کہاں تک بیان کرے اس کے علاوہ بھی بے اِنتہا احسانات خدا کی جانب سے اس پر ہو لیتے ہیں اس وقت بھی اس کے ذمہ خدا کا شکر کرنا لازمی امر ہو جاتا ہے پس وہ ظہر کی نماز ادا کرتا ہے پھر جب دیکھتا

ہے کہ دن چلنے لگا اور ختم ہونے کے قریب آگیا اور اس عرصہ میں خدا کے بڑے بڑے احسانات اُس پر ہو چکے اور اُس نے اپنے کاموں سے فارغ ہو کر اپنے مکان کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا تو اُس وقت بھی اُس پر اُس خدمت کی بجا آوری واجب ہو جاتی ہے اور پھر وہ عصر کی نماز ادا کرتا ہے۔ اس کے بعد جب دیکھتا ہے کہ دن ختم ہو گیا اور رات آپہنچی جس میں کہ اُسے راحت نصیب ہو گی اور یہ بات نہ ہوئی کہ ہمیشہ دن ہی رہتا جس میں اُسے راحت و آرام کرنے کا موقع ہی نہ ملا تھا بلکہ وہ بخیر و خوبی ختم ہو گیا تو اس پر اس وقت بھی یہ امر ضروری ہو جاتا ہے کہ خدا کی عبادت کی طرف پھر متوجہ ہو جائے جو کہ اس کے لئے عین سعادت کا باعث ہے پس وہ نماز مغرب ادا کرتا ہے پھر جب چاروں طرف تاریکی چھا جاتی ہے اور سونے کا وقت آپہنچتا ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ جو نعمتیں صبح سے لے کر اب تک اس پر ہوتی رہیں ان کا شکر ادا نہ کر سکا اور جو کچھ عبادت اس نے کی بھی اس سے سَو حصّوں میں سے ایک حصّہ بھی شکر کا ادا نہیں ہوا اور دیکھتا ہے کہ خدا کا اِس وقت کو پیدا کرنا بھی کہ جس میں بہت اچھی طرح سے آرام کیا جا سکتا ہے اُس کی بے شمار نعمتوں سے ایک بہت ہی بڑی نعمت ہے اور پھر وہ بھی اُس حالت میں جبکہ اُسے کسی کا خوف نہ ہو اور اپنے مکان میں نہایت ہی نرم بچھونے پر اُسے آرام کرنا نصیب ہو پس وہ عشاء کی نماز ادا کرنے لگتا ہے تاکہ خدا کا جو کچھ شکر ادا ہو سکے اتنا ہی ادا کر دے پورے طور سے شکر ادا کر کے سبکدوش ہو جانا تو ساری عمر صرف کرنے پر بھی ممکن نہیں ہے چاہے وہ ہزار عبادت کرے رات و دن بلکہ ہر لحظہ عبادت ہی میں مصروف رہے لیکن اس کی عظمت و بے شمار نعمتوں کے مقابلہ میں ہمیشہ عاجز اور قاصر ہی سمجھا جائے گا۔"　(الوسالۃ الحمیدیہ۔ ترجمہ سیّد محمد اسحاق علی ص۶۹)

(بحوالہ روزنامہ الفضل ۲۷ر اگست ۱۹۸۴ء)

(۷) اوقاتِ نماز کے سلسلہ میں یہ مطالعہ بہت دلچسپ ہے کہ سورج جوں جوں بلند ہوتا ہے نمازوں کا درمیانی وقفہ کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"نماز کے اوقات میں انسانی زندگی کے مختلف حصّوں کی طرف لطیف اشارہ رکھا گیا ہے اور اسی لئے دن کے آخری حصّہ میں جب رات کی تاریکی قریب آ رہی ہوتی ہے نمازوں

کے درمیانی وقفہ کو کم کر دیا گیا ہے تاکہ اِس بات کی طرف اشارہ کیا جائے کہ عالمِ آخرت کی تیاری عمر کی زیادتی کے ساتھ تیز سے تیز تر ہوتی چلی جانی چاہیئے۔"

(چالیس جواہر پارے صـ۲۱)

ان تمام حکمتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد خود اپنی شان دکھاتا ہے کہ جب ایک دفعہ آپؐ سے پوچھا گیا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے تو آپؐ نے فرمایا:

اَلصَّلٰوۃُ عَلٰی وَقْتِہَا (بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ ۹ باب فضل الصلوٰۃ لوقتہا ۵ حدیث ۵۲۷)

نماز اپنے وقت پر ادا کرنا۔

سیّدنا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اسی لئے فرماتے ہیں:۔

"مَیں طبعاً اور فطرتاً اس کو پسند کرتا ہوں کہ نماز اپنے وقت پر ادا کی جائے اور نماز موقوتا کے مسئلہ کو بہت ہی عزیز رکھتا ہوں بلکہ سخت مطر میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ نماز اپنے وقت پر ادا کی جاوے۔"

(ملفوظات جلد ۳ صـ۶۳)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اوقاتِ نماز کی حکمت اور فلاسفی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"پنجگانہ نمازیں کیا چیز ہیں وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہیں۔ تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیّر ہیں جو بلا کے وقت تم پر وارد ہوتے ہیں اور تمہاری فطرت کے لئے ان کا وارد ہونا ضروری ہے ..... خدا نے تمہارے فطرتی تغیرات میں پانچ حالتیں دیکھ کر پانچ نمازیں تمہارے لئے مقرر کیں۔ اِس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ نمازیں خاص تمہارے نفس کے فائدہ کے لئے ہیں۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ ان بلاؤں سے بچتے رہو تو پنجگانہ نمازوں کو ترک نہ کرو کیونکہ وہ تمہارے اندرونی اور روحانی تغیّرات کا ظل ہیں۔ نمازمیں آنے والی بلاؤں کا علاج ہے۔ تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قِسم کی قضا و قدر تمہارے لئے لائے گا پس قبل اس کے جو دن چڑھے تم اپنے مولیٰ کی جناب میں تضرّع کرو کہ تمہارے لئے خیر و برکت کا دن چڑھے۔" (کشتی نوح صـ۸۷)

ڈائری کا ایک ورق

زن و فرزند کی وابستگی نے　　وطن سی چیز کو آخر چھڑایا
رہا مَیں ہند کی نظروں میں "مسلم"　　بنا "کافر" جو پاکستان آیا
ہزاروں بار مجھ پر مفتیوں نے　　بگڑ کر کفر کا فتویٰ لگایا
مجھے بہروں میں قدرت نے زباں دی　　مجھے اندھوں میں قسمت نے بٹھایا
مَیں تھا بھی شاید ایک ایسا معمّہ　　کہ یاروں کی سمجھ ہی میں نہ آیا

جوشؔ ملیح آبادی　　(ایک طویل نظم سے)

بہہ رہا ہے خنجرِ مومن سے مومن کا لہو　　شور ہم کرتے رہے "لا تقتلوا، لا تقتلوا"
جن سے دشمن کی چھنگلیا پر نہیں لگتی خراش　　کاٹتے ہیں کس مہارت سے عزیزوں کا گلو
جس چمن کی پاسبانی پر ہوئے معمور ہم　　اپنے ہاتھوں سے مٹایا اِس چمن کا رنگ و بُو
تھام کر اللہ کی رسّی کو دونوں ہی فریق　　قتل بھی کرتے ہیں اور کہتے بھی ہیں "لا تفسدوا"
صاف خاک و خوں کی زد سے بچ گیا ہے تل ابیب　　لُٹ گئی تہران اور بغداد ہی کی آبرو
بہہ رہا ہے بہہ گیا اللہ کے بندوں کا خوں　　اور ہم کہتے رہے اللہ ہُو اللہ ہُو

(انعام ورّانی کی نظم سے)

مجلسِ عاملہ انصاراللہ مرکزیہ سال ۱۳۶۶ہش ۱۹۸۷ء

حضرت امام جماعتِ احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سال ۱۳۶۶ہش ۱۹۸۷ء کے لئے مجلسِ انصاراللہ مرکزیہ کی حسبِ ذیل مجلسِ عاملہ کی منظوری عطا فرمائی ہے نیز دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ان احباب کو وقت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے مجلس کی غیر معمولی خدمت کی توفیق بخشے۔ آمین

خاکسار چوہدری حمید اللہ
صدر مجلس انصاراللہ مرکزیہ

فہرستِ اراکینِ خصوصی

۱۔ مکرم و محترم مرزا عبدالحق صاحب
۲۔ مکرم و محترم چوہدری احمد مختار صاحب
۳۔ " " چوہدری انور حسین صاحب
۴۔ " " صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب
۵۔ " " حضرت مولوی محمد حسین صاحب
۶۔ " " شیخ مبارک احمد صاحب امریکہ
۷۔ " " سوین ہنسن صاحب ڈنمارک
۸۔ " " عبدالوہاب بن آدم صاحب گھانا
۹۔ " " چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ سوئٹزرلینڈ
۱۰۔ " " چوہدری ہدایت اللہ بنگوی صاحب انگلستان
۱۱۔ " " مظفر احمد ظفر صاحب امریکہ
۱۲۔ " " مصطفےٰ ثابت صاحب کینیڈا
۱۳۔ " " شریف احمد صاحب لُویس انڈونیشیا

فہرستِ عہدیداران

۱۔ نائب صدر اوّل :- مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب
۲۔ نائب صدر صف دوم :- " صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب
۳۔ نائب صدر :- " چوہدری شبیر احمد صاحب
۴۔ قائد عمومی :- " میجر (ریٹائرڈ) عبدالقادر صاحب
۵۔ قائد تعلیم :- " منور شمیم خالد صاحب

۶۔ قائد تربیت :-	مکرم محمد اسلم شاد منگلا صاحب
۷۔ قائد تجنید :-	؍ محمد اسلم صابر صاحب
۸۔ قائد ایثار :-	؍ ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب
۹۔ قائد اصلاح وارشاد :-	؍ محمد اسمٰعیل منیر صاحب
۱۰۔ قائد ذہانت وصحتِ جسمانی :-	؍ صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب
۱۱۔ قائد مال	؍ عبد الرشید غنی صاحب
۱۲۔ قائد وقفِ جدید :-	؍ مرزا محمد الدین ناز صاحب
۱۳۔ قائد تحریکِ جدید :-	؍ ملک منور احمد جاوید صاحب
۱۴۔ قائد اشاعت :-	؍ صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب
۱۵۔ قائد مجالس بیرون وقلمی دوستی :-	؍ صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب
۱۶۔ آڈیٹر :-	؍ قریشی محمد عبد اللہ صاحب
۱۷۔ زعیم اعلیٰ ربوہ	؍ اللہ بخش صادق صاحب

نتیجہ امتحان انصار اللہ سہ ماہی سوم ۱۹۸۶ء

حدیث شریف "اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَی اللَّحْدِ" کی روشنی میں علم ومعرفت کے حصول کی خاطر قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے زیرِ اہتمام مرکزی امتحانات کا سلسلہ قائم ہے۔ اس ضمن میں منعقد ہونیوالے امتحان سہ ماہی سوم ۱۹۸۶ء کا نتیجہ اسنادِ کامیابی کی شکل میں مجالس کو بھجوایا جاچکا ہے زعماء کرام اجلاسِ عام میں اسنادِ کامیابی متعلقہ انصار میں تقسیم فرماویں۔ امتحان سہ ماہی سوم ۱۹۸۶ء میں مندرجہ ذیل انصار نے نمایاں کامیابی حاصل کی :-

کُل تعداد امتحان دہندگان :- ۱۲۵۲

- مکرم جناب ارشاد احمد صاحب شکیب — جیکب آباد سندھ — اوّل
- ؍ ؍ مولانا رشید احمد صاحب چغتائی — ربوہ — دوم
- ؍ ؍ اختر علی صاحب طیّب — چک ۲۴۲ ضلع سانگھڑ — سوم

اللہ تعالیٰ نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے انصار کے علم وفضل میں برکت ڈالے اور آئندہ بھی زیادہ سے زیادہ مقبول خدمتِ علم ودین کی توفیق پاتے رہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

"فراستِ صحیحہ کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں"

سیّدنا حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ ارشاد فرماتے ہیں:-

"اگرچہ رسولوں اور نبیوں اور اولیاء کرام علیہم السلام سے بلا شبہ نشان ظاہر ہوتے ہیں مگر سعید آدمی جو خدائے تعالیٰ کے پیارے ہیں ان نشانوں سے پہلے اپنی فراستِ صحیحہ کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں ...... قرآن کریم باوازِ بلند بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ نشان دیکھنے کے بغیر حق کو قبول نہیں کر سکتے وہ نشان کے بعد بھی قبول نہیں کرتے کیونکہ نشان کے ظاہر ہونے سے پہلے ..... علانیہ کہتے پھرتے ہیں کہ یہ شخص کذّاب اور جھوٹا ہے کیونکہ اس نے کوئی نشان نہیں دکھلایا ..... خدا تعالیٰ بھی بباعث آزمائش اپنے بندوں کے نشان دکھلانے میں عمداً تاخیر اور توقف ڈالتا ہے اور وہ لوگ تکذیب اور انکار میں بڑھتے جاتے ہیں یہاں تک کہ انکار میں ترقی کرتے کرتے اپنی راؤں کو پختہ کر لیتے ہیں اور دعویٰ سے کہنے لگتے ہیں کہ درحقیقت یہ شخص کذّاب ہے۔ مفتری ہے۔ مکّار ہے۔ دروغگو ہے۔ جھوٹا ہے اور منجانب اللہ نہیں ہے۔ پس جب وہ شدّت سے اپنی رائے کو قائم کر چکتے ہیں اور تقریروں کے ذریعہ سے اور تحریروں کے ذریعہ سے اور مجلسوں میں بیٹھ کر اور منبروں پر چڑھ کر اپنی مستقل رائے دُنیا میں پھیلا دیتے ہیں کہ درحقیقت یہ شخص کذّاب ہے تب اس وقت عنایتِ الٰہی توجہ فرماتی ہے کہ اپنے عاجز بندے کی عزّت اور صداقت ظاہر کرنے کے لئے کوئی اپنا نشان ظاہر کرے۔ سو اس وقت کوئی غیبی نشان ظاہر ہوتا ہے جس سے صرف وہ لوگ فائدہ اُٹھاتے ہیں جو پہلے مان چکے تھے اور انصار حق میں داخل ہو گئے تھے یا وہ جنہوں نے اپنی زبانوں اور اپنی قلموں اور اپنے خیالات کو مخالفانہ اظہار سے بچا لیا تھا۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام رُوحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۳۳۶)

○